مرکز احیاء آثار برصغیر
MAAB 1431
maablib.org

۱۸۳
۳۲

۷۸۶

اعجاز القرآن

رشحۂ قلم

عالیجناب مولانا السید سرور حسین صاحب قبلہ دامت افاضاتہم

سکریٹری انجمن مؤید العلوم دار التالیف مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

مطبوعہ اشاعت العلوم پریس لکھنؤ

سنہ ۱۹۳۰ء

maablib.org
MAAB 1431

نذرِ عقیدت

میں اپنی یہ ناچیز خدمت مخلصانہ طور پر حقیقی معنی میں ملت اسلام کے مجدد، تبلیغ و ادارہ تبلیغ کے حامی و سرپرست سرکار نجم الملۃ مدظلہ کی خدمت مبارک میں پیش کرتا ہوں اور بکمال افتخار جناب ممدوح کے نام نامی اور اسم سامی سے معنون کرتا ہوں۔

ناچیز
مسرور حسین امروہوی

maablib.org

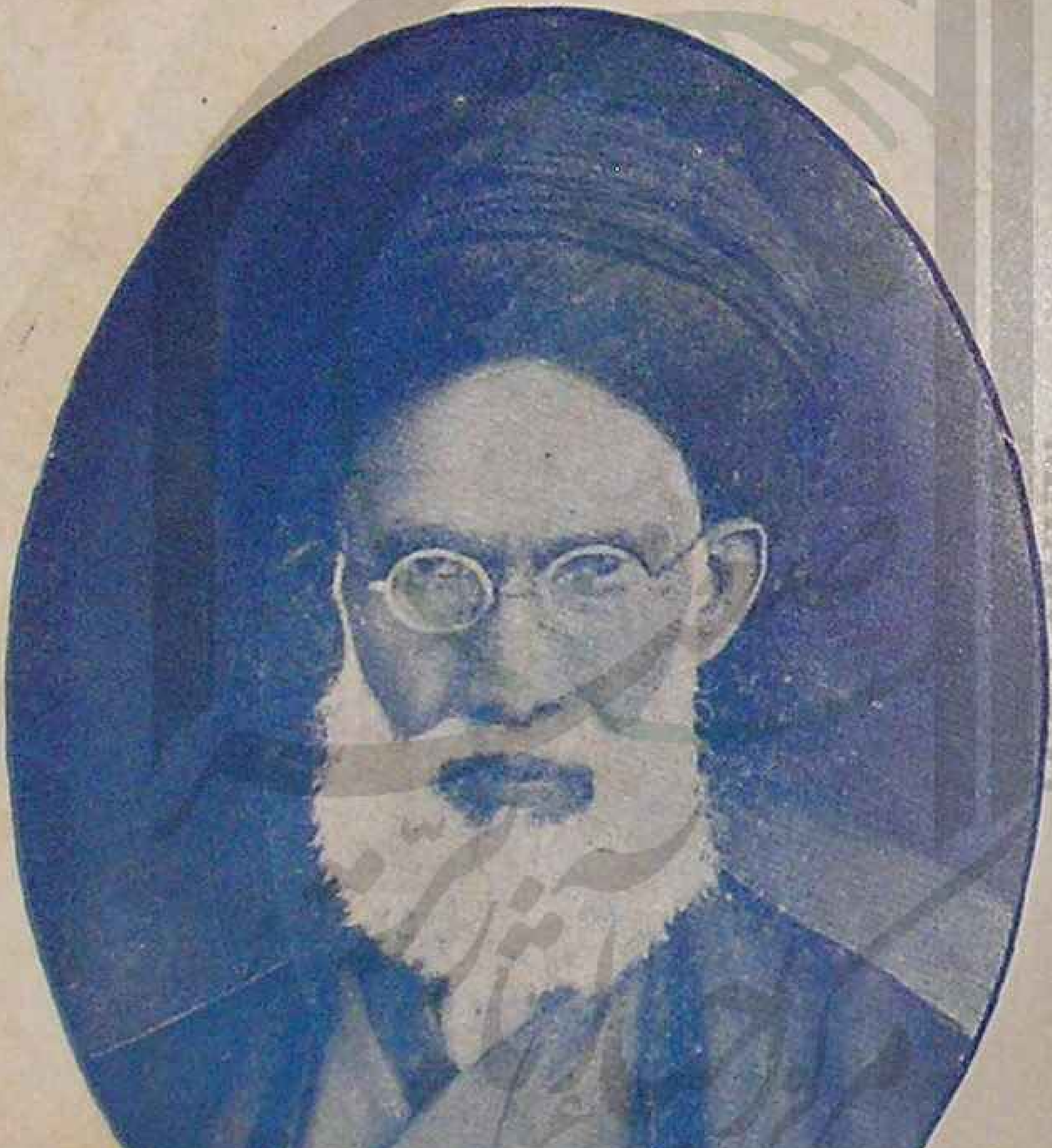

سرکار نجم الملۃ مد ظلہ

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برّصغیر
maablib.org

دیباچہ

کتاب اعجاز القرآن جو اس وقت موجودہ شکل میں پیش کی جا رہی ہے اپنی ابتدائی صورت میں ایک مختصر تقریر تھی جو اجلاس سالانہ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ منعقدہ ۲۶ء میں حقیر نے اس موضوع پر کی تھی جس کو بالعموم تمام حاضرین اجلاس نے خصوصیت کے ساتھ پسند فرمایا اور میرے محترم کرمفرما جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب پانی پتی مترجم فلسفہ ہربرٹ اسپنسر نے اس تقریر کو دوسرے دن اپنے فاضلانہ بیان میں مدرسۃ الواعظین کے اجلاس کی کامیابیوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے مخصوص طور پر حوصلہ افزا الفاظ میں اس تقریر پر تبصرہ فرمایا۔ اجلاس کے ختم ہونے کے بعد سرکار نجم الملۃ مدظلہم العالی نے عزت افزائی فرماتے ہوئے مجھکو تقریر کے قلمبند کرنیکا حکم دیا۔ تحریر کے وقت دماغ نے کچھ نئے گوشے پیدا کیے اور مضمون میں اضافہ ہوگیا جس کو میرے محترم دوست جناب مولٰنا سید قاسم علی صاحب مدیر الواعظ نے اپنی تحسین آمیز ایڈیٹوریل نوٹوں کے ساتھ ۲ دو قسطوں میں رسالہ الواعظ

کے اندر شایع فرمایا۔ اُسی زمانہ میں بعض اخبارات نے رسالۃ الواعظ کی خدمات کا

اعتراف کرتے ہوئے اس مضمون پر بھی تبصرہ کیا تھا۔ کچھہ عرصہ گزرنیکے بعد دوبارہ طبیعت

اس طرف ملتفت ہوئی اور مزید اضافہ کیا ساتھ مضمون کی صورت پہلے سے کچھہ اور ہو گئی

اور اس مرتبہ بعض اقساط اخبار شیعہ لاہور میں بھیجے گئے جس کو فاضل مدیر نے اپنے ایک

ایڈیٹوریل نوٹ کے ساتھ شایع فرمایا:

مختلف اوقات میں بنظر تنقید و اصلاح یہ مضامین میں نے بعض احباب کو سنائے

جو میری ہمت افزائی کا باعث ہوتا رہا۔

کتابی صورت میں شایع کرنیکا قصد عرصے سے تھا لیکن بعض نامطبوع اعذار

کی وجہ سے موقع نہ مل سکا جن میں سب سے اہم وہی افلاس کی تپ دق تھی جس میں

بالعموم ہمارے قومی ادارات اور خصوصیت کے ساتھ مدیر الواعظین اپنی وسیع مصارف

تبلیغ کی جہت سے مبتلا ہے۔ خدا خدا کرکے آج یہ نوبت آئی کہ میں اُس کا دیباچہ لکھہ رہا ہوں

اگرچہ اس وقت بھی معلوم کن کن زحمتوں کے بعد مجھکو اپنی اس ناچیز خدمت کے پیش کرنیکا

موقع حاصل ہوا ہے۔

دسمبر کی ۲۶ تاریخ ہو چکی ہے چوتھی حکمت کے خاتمہ تک کتاب چھپکر تیار

ہو گئی ہے صرف ایک صفحہ باقی ہے بیکایک دماغ میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے

کہ اگرچہ تمام مباحث کو عقلی دلائل کی روشنی میں بالکل واضح
کر دیا گیا ہے اور کوئی سہارا درکار نہیں ہے لیکن تاہم اگر تمام مباحث
کی تائید میں مشاہیر عالم کے اقوال تتمۂ کلام کی صورت میں نقل کر دیئے جائیں تو
مقصد تصنیف کو ایک گونہ تقویت ضرور ہو جائیگی مگر یہ امر مجھ ایسے قلیل البضاعت کے لیئے
کوئی آسان نہ تھا بالخصوص ایسے تنگ وقت میں کہ مدرسۃ الواعظین کے سالانہ اجلاس
میں کتاب کو پیش کر دینا ضروری تھا پھر خدمات اجلاس کی مشغولیت اُس تنگ وقت کے
بھی زیادہ تر حصہ پر اپنا قبضہ جمائے ہوئے سب سے بڑی زحمت یہ کہ گرمیوں کی تعطیل کی
وجہ سے تمام پبلک لائبریریاں بھی بند مدرسۃ الواعظین کے پاس جو انگریزی کی مختصر
لائبریری ہے وہ اس مقصد کے لیئے ناکافی ' ان تمام حوصلہ شکن حالات میں اس خیال
کا پورا ہونا قریب قریب ناممکن معلوم ہوتا تھا لیکن حسن اتفاق یا غیبی تائید کہ مجھکو
اپنے احباب سے بعض ایسی انگریزی کتابیں دستیاب ہو گئیں کہ میں اپنے اس ارادہ میں بھی کم از کم
اپنے خیال میں کامیاب ہو سکا اور یہ تتمہ بھی حسب مقصد تمام ہو گیا ۔ ان کتابوں
کے بعد مدرسۃ الواعظین کی انگریزی کی مختصر لائبریری میری اس ضرورت کے لیئے کافی
ثابت ہوئی ۔

مذکورہ بالا محترم احباب اور برگزیدہ فاضل دوست جنھوں نے وقتاً فوقتاً اس

ناچیز خدمت سے دلچسپی لی میرے دلی شکریہ کے مستحق ہیں جنمیں خصوصیت کے ساتھ میں اپنے محترم فاضل دوست سید علی ابن کاظم صاحب امروہوی بی اے کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں۔

خادم خدام اسلام

سید مسرور حسین امروہوی

(سکریٹری انجمن موئید العلوم)

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

۲۹ ر دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء

maablib.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین المتوحد بجمال ذاتہ المستحق [illegible] وافضل

الصلوات واکمل التحیات علی خیر خلقہ حبیبہ وصفیہ اشرف الانبیاء والمرسلین

سید المبشرین والمنذرین ابی القاسم محمد الملقب [illegible] المؤید

بالبرہان والنور المبین وآلہ الطیبین الطاہرین الغر المیامین المعصومین

وصحبہ المؤمنین المکرمین وبعد فقد قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ المنیر

وخطابہ المستبین ولقد انزلنا الیک آیات بینات وما یکفر بہا الا الفاسقون

خلاق عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے اے رسول! ہم نے تمہارے پاس آیات بینات

(کھلی ہوئی نشانیوں) کو نازل کیا ہے اور بجز فاسقین کے کوئی شخص ان کا انکار نہیں کرتا

سلسلۂ نبوت اور معجزات

قدرت کے ہاتھوں حسین خلقت انسانی کی تعمیر ہی

اور جسمانی زندگی کے لحاظ سے آب غذا اور سانس لینے کیلئے ہوا مہیا ہوئی اسی طرح

انسان کی شخصی ونوعی بقا، تمدنی ومعاشرتی تنظیم اور روحانی حیات کے تحفظ وترقی کیلئے بعثت انبیا کا سلسلہ جاری ہوا جو عامۂ ناس سے ایک امتیازی شان رکھتے تھے گو بظاہر وہ خاکی کالبد رکھتے تھے مگر درحقیقت انکی نورانیت کے سامنے ملائکہ بھی سربسجود تھے وہ دلائل قاہرہ کے اسلحہ سے آراستہ اور معجزات باہرہ کے ہتھیاروں سے سجے ہوئے تھے خلاق عالم نے اپنی قدرت و حکمت کی ایسی واضح علامتیں اور نشانیاں ان کے ہمراہ کر دی تھیں جو انکے بھیجنے والے کا صحیح پتہ بتلاتیں اور مخلوق کی گردنوں کو ان کے سامنے خم کر دیتی تھیں، انھیں چیزوں کو آیہ کریمہ میں آیات بینات کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

وہ آئے اور لوگوں کو دین ومذہب کا سبق پڑھایا، خدائی تعلیمات کو دنیا میں پھیلایا قدرت کے بتائے ہوئے قوانین کو دنیا میں جاری کر کے نظام عالم کو صحیح راستہ پر قائم کیا اور جب مدت ختم ہوئی دنیا کو خیرباد کہا اور اپنی زندگی کی اعلیٰ مثال انسانی تاریخ میں یادگار چھوڑ گئے۔

ختم نبوت

ابتدائے خلقت سے لیکر ایک غیر متناہی عرصہ تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ نبوتیں آئیں حسب ضرورت اپنے ساتھ معجزات لائیں اور پھر پردۂ غیب میں جاکر خاموش ہو گئیں نبوت کے روشن منارے چمکے ضلالت کی تاریکیوں میں ہدایت کا راستہ دکھایا اور غروب کر گئے یہانتک کہ منتہیٰ پر پہونچا اور وہ وقت آگیا کہ تعلیم اپنی

اختتامی حد تک پہونچے، خدائی مذہب کی تکمیل ہو اور دین الٰہی کی نعمت عظمیٰ تام و کامل کہی جانے کی مستحق قرار پائے اور اسکے بعد یہ سلسلہ ہمیشہ کیلئے منقطع اور باب نبوت و رسالت قیامت تک کیلئے مقفل و مسدود ہو جائے اسی غرض سے افق عرب پر آفتاب خاتمیت کا طلوع ہوا جسکی عالمگیر ضیا بار شعاعیں ضلالت کی تاریکی و ظلمت کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر کے نور ہدایت سے تمام آفاق کو روز روشن کی طرح منور کر دینے والی تھیں۔

خاتم النبیین پر معجزات کی تکمیل چونکہ اس ذات والا صفات پر رسالت و نبوت کا خاتمہ تھا دین الٰہی کی تکمیل اور انبیائے سابقین کے مساعی کی تتمیم اسی پر ہو جانے پر منحصر تھی اور اسوقت کی کمی آئندہ کبھی پوری ہونیوالی نہ تھی اسلئے ضرورت تھی کہ ثبوت نبوت کیلئے جسقدر زبردست سے زبردست شہادتیں ہو سکتی ہیں اور جسقدر دلائل و معجزات تصدیق رسالت میں کارآمد بن سکتے ہیں اور جن جن امور کے ذریعہ سے مخلوق کی گردنیں ایک نبی مرسل کے سامنے جھک سکتی ہیں وہ تمام کے تمام جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل التحیات والصلوات کیلئے فراہم کر دئے جائیں تاکہ ہر طرح اتمام حجت ہو جائے اور اہل عالم کو آنحضرت کی تصدیق و اتباع میں کسی عذر کی گنجائش باقی نہ رہے۔

یہی وجہ تھی کہ جتنے کمالات اور معجزات انبیاء سابقین کو فرداً فرداً مختلف زمانوں میں ایک ایک دو دو کر کے دیئے گئے تھے وہ ایک وقت اور ایک مقام پر ذات

جناب خاتم النبیین میں جمع کر دیے گئے اگر تمام معجزات سے قطع نظر کر کے صرف ان خصیص معجزات کو دیکھا جائے جو آنحضرت کے جسد انور سے متعلق تھے جن کی ایک کثیر تعداد سے اہل اسلام کی تصانیف لبالب ہیں تو بھی کہنا پڑتا ہے کہ آنحضرت کا جسد مبارک معجزات و خوارق عادات کا ایک نورانی مجسمہ تھا۔

قرآن مجید افضل معجزات ہے ان تمام معجزات میں سے ہر ایک تنہا ہی آپکی تصدیق نبوت کیلئے کافی و وافی ہے لیکن جسطرح کہ آنحضرت کو صف انبیاء و رسل میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے اسی طرح آپ کو درگاہ الٰہی سے ایک ایسا معجزہ بھی کرامت ہوا ہے جو معجزات کے درمیان میں منفرد و ممتاز حیثیت رکھتا ہے اہل اسلام کو ناز ہے اور ان کو مقام فخر میں کہنا یہ زیبا ہے کہ جس طرح ہمارا رسول اشرف الانبیاء و المرسلین ہے اسیطرح اس کا ایک معجزہ بھی افضل المعجزات و الآیات ہے اور وہ معجزہ قرآن مجید ہے۔

معجزہ قرآن پر نظر

"خاتم النبیین کو معجزہ قرآن دئے جانیکے حکم و مصالح"

بہت سے وجوہ و اسباب اور حکم و مصالح ہیں جنکی جہت سے خداوند عالم نے سرور کائنات کو قرآن مجید کا معجزہ کرامت فرمایا، ان میں سے بعض اہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں اور اسی سلسلہ پ

اپنے موضوع بحث پر بھی روشنی ڈالتے چلیں گے۔

معجزات کی دو قسمیں معجزات عقلاً دو قسم کے ہو سکتے ہیں ایک وہ جن کا خارقِ عادت اور قوتِ بشری سے بالاتر ہونا بدیہی ہے اور عالم کی ہر فرد کو معلوم ہے مثلاً سنگریزوں کی تسبیح اور درخت کا چلتے پھرتے نظر آنا اس قسم کے آیات و معجزات چونکہ ہر زمانہ ہر شخص کی نسبت سے مصدقِ رسالت ہو سکتے ہیں اور ان کو دیکھ کر بلا استثنا ہر فرد ان کی فوق البشریہ قوت کا اندازہ کر سکتا ہے بنا بریں ایسے معجزات خداوند عالم نے بلا قیدِ زمان اختصاص انبیاء علیہم السلام کو ہمیشہ مرحمت فرمائے۔

دوسری قسم کے معجزات وہ ہیں جو مخصوص فنون کے مقابل میں پیش کئے جاتے ہیں ان کے خارقِ عادت ہونے کا ثبوت اور عالمگیر حجیت اس بات پر موقوف ہے کہ جس فن کے مقابل معجزہ پیش کیا جائے اس فن کے اہلِ کمال جن کے سامنے زمانہ اپنا سر خم کئے ہوئے ہو اس کے مقابلہ سے عاجز آ کر اپنا عجز تسلیم کر لیں انہیں کی رائے کو ان معجزات میں دخلیت ہے اور انہیں کا قول اس بارہ میں قابلِ اعتبار ہے ان کے علاوہ اور لوگوں کو جو اس فن سے ناواقف ہیں اس قسم کے کسی معجزہ کے متعلق رائے زنی کا کوئی حق نہیں ورنہ ان پر وہ بلا واسطہ حجت ہو سکتے ہیں مثلاً عصائے جنابِ موسیٰ کا اژدہا بنکر ساحروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو نگل جانا جو فنِ سحر کے مقابل

پیش کیا گیا تھا۔

جو لوگ فن سحر سے ناواقف ہیں وہ اس معجزہ کے خارق عادت ہونے کے متعلق ذاتی طور پر کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے اسلئے کہ جو شخص فن سحر سے بے بہرہ ہو اسکے دلمیں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ جو کام جناب موسیٰ نے اپنے عصا کے ذریعہ سے کیا ہے ممکن ہے کہ کوئی ماہر فن سحر بھی ایسا کر دکھائے لیکن جو شخص ساحری میں مہارت رکھتا ہے وہ بخوبی سمجھتا ہے کہ ایک ساحر کس حد تک سحر میں اپنا کمال صرف کر سکتا ہے اور اپنے فن کو کامیاب بنا سکتا ہے۔ کامیابی کی کتنی منزلیں حدود سحر کے اندر ہیں اور کس مقام سے سرحد اعجاز شروع ہو جاتی ہے ناواقف کیلئے تو ممکن نہیں لیکن ساحران دربار فرعون اپنے سحر اور معجزہ جناب موسیٰ میں بہترین تفرقہ کرنیوالے تھے اور دونوں کی حقیقت انکو بخوبی معلوم تھی اور اسی جہت سے معجزہ جناب موسیٰ ان پر حجت تھا۔

اسی طرح جناب عیسیٰ کا کور مادرزاد کو زندہ کر دینا اور مبروص کو آن واحد میں شفا دیدینا یہ دونوں معجزات بھی اسی قسم سے ہیں جن کے متعلق بجز اس شخص کے جو فن طب میں مہارت رکھتا ہو کسی دوسرے شخص کو رائے قائم کرنے کا حق نہیں اسلئے کہ اسکو نہیں معلوم کہ طبی اعتبارات کس حد پر جا کر ختم ہوتے ہیں اور کیا کسی طبیب کو کسی کور مادرزاد یا مبروص کے اسقدر جلد شفا دینے میں کامیابی ہو سکتی ہے؟ بخلاف اسکے ایک حاذق طبیب

یہ سب کچھ جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ کام کوئی انسان اپنے اکتسابی کمال کے ذریعے نہیں کر سکتا بلکہ اسکے لئے خداوند عالم کی دی ہوئی مخصوص قوت و قدرت درکار ہے۔

فنی معجزات میں وقت کا لحاظ اس قسم کے معجزات میں وقت و اشخاص کا ضروری طور پر لحاظ ہوتا ہے اور ایسے معجزات انبیاء کو ہمیشہ بلا کسی خاص لحاظ کے نہیں دئے جاتے اسلئے کہ ہر زمانہ کے لوگ ہر فن میں کامل نہیں ہوتے بلکہ فنون کی ترقی و انحطاط زمانہ کی رفتار اور اوس کے انقلابات کے ماتحت ہے ہر فن کی ترقی و عروج کا ایک خاص زمانہ اور اوسکے انحطاط و زوال کا ایک خاص وقت ہوتا ہے لہذا جس فن کی جس زمانہ میں ترقی ہوتی ہے اور اوس کے باکمال افراد اوس عصر میں موجود ہوتے ہیں اوسی فن کے مقابل نبی کو معجزہ دیا جاتا ہے تاکہ اہل کمال مقابلہ سے عاجز آکر اپنے عجز کا اعتراف کریں اور اون کا یہ اعتراف نہ صرف اونھیں پر حجت قرار پائے بلکہ تمام عالم اوس معجزہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جائے اسلئے کہ صاحبان کمال نے تو اس معجزہ کو اپنے ذاتی علم کی بناء پر خارق عادت اور طاقت بشریہ سے بالاتر قرار دیا ہے لیکن جو لوگ اوس فن سے ناواقف ہیں اون کیلئے بھی ان کاملین کے اعتراف کے بعد اوسکے خارق عادت تسلیم کر لینے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں اسلئے کہ یہ لوگ بھی اونھیں کے کمال پر تکیہ کئے ہوئے تھے اور نبی کے مقابلہ کیلئے اون کے ہتھیار بھی یہی اہل کمال تھے جو معجزہ کے

سامنے کند پڑ گئے۔

اہل کمال کا اعتراف کل عالم کا اعتراف ہے کسی فن میں اہل عالم اگر کسی کاملین کی جماعت کے کمال کو تسلیم کرلیں تو اسکے معنی یہی ہیں کہ دنیا والوں کی ترقی اون کے نقطۂ کمال پر پہونچ کر ختم ہو جاتی ہے اور اون کا کمال دنیا کی ترقی کی معراج ہے گویا کہ دنیا اوس فن میں اون کو اپنا نمائندہ فرض کر چکی ہے لہذا اگر کوئی شخص کسی دوسرے عالم سے اوس فن میں دنیا والوں کے مقابلہ کیلئے آئے تو یہ جماعت تمام دنیا کی طرف سے ایک نمائندہ جماعت کی حیثیت سے اوس شخص کے مقابلہ میں آئیگی اگر کوئی یہ مقابلہ میں کامیاب ہوسے تو اونکی کامیابی تمام عالم کی فتح سمجھی جائیگی اور اگر ان لوگوں نے اپنی شکست پر مہر کر دی تو یہ صرف اوس جماعت کی شکست نہیں بلکہ تمام عالم کی شکست کہلائیگی۔

دنیا کے مسلمہ نمائندگان اہل کمال کا اپنی شکست تسلیم کرلینا اسکا نہایت صحیح مطلب یہی ہے کہ اس دنیا کا کمال اس قوت کے مقابلہ سے بالکل عاجز ہے جو آپ اللہ اپنے ساتھ لایا ہے اگر دنیا کے کمال میں اس مقابل کی قوت کے مغلوب کرنے کیلئے تھوڑی بھی قدرت ہوتی تو یہ لوگ کبھی بھی عجز تسلیم نہ کرتے اور اپنی گردنوں کو طوق ذلت کی نذر نہ کرتے کبھی کوئی کامل کسی دوسرے اہل کمال کے سامنے اپنی گردن کو خم نہیں کرتا جبتک کہ اوسکی پوری کمی

جد و جہد مخالف کے مغلوب کرنیکے لئے ختم نہو جائے اور ہر کارگر اور بہتر سے بہتر حربہ دیکے مقابلہ میں صرف نہ کرلے ساحران دربار فرعون کی زنبیل ساحری میں اگر کوئی حیلہ سحر جناب موسیٰؑ کے مغلوب کر دینے کیلئے باقی رہ گیا ہوتا تو وہ کبھی آنحضرت کے مقابلہ میں اپنی شکست کو تسلیم نہ کرتے اون کا شد و مد کیساتھ مقابلہ کیلئے آنا پھر سجدہ میں گرنا اور آمنا برب العالمین رب موسیٰ و ہارون کی معترفانہ صداؤں کا بلند کرنا اون سچے نفوس کو فرعون ایسے قہار و جبار بادشاہ کے غیظ و غضب کا مستحق قرار دیکر سولی کی سخت ترین سزا کا مستوجب بنا دینا یہ تمام باتیں اس امر کو واضح کر رہی ہیں کہ وہ باکمال تو ضرور تھے لیکن خدائی قوت کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکے۔

اس قسم کے معجزات میں سے کوئی معجزہ کسی ایسے عصر میں کسی فن کے مقابل نبی کو نہیں دیا جاتا جو اوس فن کے ترقی و عروج کا زمانہ نہو کیونکہ اسوقت میں اوس معجزہ کا پیش کرنا بالکل عبث اور بیکار ہے اسلئے کہ وہ زمانہ اوسکے اعجاز کے سمجھنے والوں اور اوسکے اصلی قدر دانوں سے بالکل خالی ہے۔

مثلاً جس زمانہ میں لوگ سحر سے ناواقف ہوں اوسوقت عصا کا معجزہ پیش کرنا بجز اسکے کہ جادوگری کا تماشہ خیال کیا جائے اور کچھ مفید نہوگا۔

دو اہم فائدے | زمانہ کی ترقی فنون کو ملحوظ رکھتے ہوئے نبی کو کسی خاص فن کے

مقابل معجزہ دیا جانا اسکے اندر بہت سے فوائد مضمر ہیں از انجملہ چند اہم فائدے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

پہلا فائدہ یہ ہی کہ خواب غفلت کے بے خبر سونیوالے ایسے معجزے کے ذریعے سے خدا کے بھیجے ہوئے نبی کی طرف جلد اور ایک حد تک آسانی سے متوجہ ہوجاتے ہیں اسلئے کہ جس زمانہ میں جس فن کا چرچا ہوتا ہی اوسوقت لوگوں کی تمام توجہ اوسی فن کیطرف مائل ہوتی ہی۔ آے دن اوسی فن میں ہاتئیں صرف ہوکر نئی ایجادات کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں ہر شخص اوسمیں تفوق و امتیاز حاصل کرنیکی فکر میں لگا رہتا ہی اور وہ پوری جد و جہد صرف کرکے اپنے کمالات کا اظہار کرتا اور لوگوں سے داد کا طالب ہوتا ہی صبح و شام روز و شب بھی چرچے رہتے ہیں اور اوسوقت کی دنیا کیلئے اس شغل سے بہتر کوئی مشغلہ اور اس ذکر سے مرغوب تر کوئی تذکرہ نہیں ہوتا اسی عالم میں اگر نبی اونکی توجہ کو کسی دوسری شے کیطرف مائل کرنا چاہے تو اوسکو ہزار دشواریوں کے بعد بھی کامیابی مشکل ہی لیکن اگر وہ اسی فن میں اونکے کمالات سے بالاتر کمال ظاہر کرے اور نظیر اوس کے طور پر اونکو نبی کا مقابلہ کرے اور اوسکو زیر کرنیکی کد پیدا ہوگی اور وہ اپنے کمالات سے دہیہ جھوڑانے کی پوری کوشش کرینگے اس طرح اونکی تمام توجہات بالکل نبی ہی کیجانب مبذول ہوجائینگی۔

ایک حسین مثال شعراء عرب اپنے قصائد کی ابتدا تشبیب و تغزّل سے کیا کرتے تھے چنانچہ آج بھی یہ رسم جاری ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ الفت و محبت کی داستانیں اور حسن و عشق کے افسانے ایسی چیزیں ہیں جو عام طبایع انسانی کی جاذب ہیں اور اون کے اندر ایک خاص کشش پائی جاتی ہے۔

سننے والے ابتدا جب شاعر کی زبان سے یہ تذکرے سنتے ہیں تو اونکی قوت سامعہ اوس سے متلذذ ہو کر نفس میں ایک جزر و مد کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے اور فطری طور پر سننے والوں کی توجہ بالکل اوسی طرف مائل ہو جاتی ہے رفتہ رفتہ قلوب کے تاثر و تلذذ کی کیفیت بڑھتی چلی جاتی ہے یہانتک کہ کلام قلوب سامعین میں پوری جگہ کر لیتا ہے اور اون پر ایک خاص محویت کا عالم طاری ہو جاتا ہے عین اوسی عالم میں شاعر اچانک طور پر نہایت عمدہ اور دلپسند عنوان سے اصل مطلب کی طرف گریز کرتا ہے چونکہ تمہید اپنا پورا اثر کر چکی ہے لہذا اصل مطلب بھی جو اوسی تسلسل کے ماتحت اور اسی سلسلہ میں منسلک ہے اوسی حد کا موثر بن جاتا ہے اگر اوسکو کسی شخص کی مدح کرنی مقصود ہے تو وہ مدح بھی سامع کے دلمیں اوسی مقام پر جگہ لیتی ہے جہاں تشبیب اور مضامین تغزّل پہلے سے اپنا قبضہ جما چکے ہیں۔ اگر شاعر مخاطب کے پاس سائلانہ حیثیت سے آیا ہے اور حاجت براری مطلوب ہے، تو اوس کا ذکر بھی مخاطب کے نفس میں اوتنا ہی اثر کرے گا جتنا کہ تمہید نے کیا ہے اس

طریقہ سے بہتر کوئی ذریعہ اصل مقصد کلام کے حاصل کرنے اور اوسکو موثر طور پر پیش کرنے کیلئے نہیں ہو سکتا اسی مطلب یعنی مدح و سوال کو اگر بغیر اس تمہید کے پیش کیا جاتا تو اثر کرنا کیا معنی لوگوں کے کانوں کو وہ آوازیں بھلی بھی نہ معلوم ہوتیں۔

اسی طرح ایک نبی بھی اوس فن میں جو لوگوں کے عام میلان طبع کا مرکز بنا ہوا ہے اور جسمیں اونکی پوری دلچسپیاں ختم ہو رہی ہیں اپنا کمال دکھلا کر اون کے جذبات کو برانگیختہ کر دیتا ہے اور اس طرح اونکے توجہات کو بآسانی حاصل کر لیتا ہے اور اون کے رخ بالکل نبی ہی کی جانب مڑ جاتے ہیں اس حسین تمہید کے بعد اپنے اصل مطلب یعنی صراط مستقیم کو اون کے سامنے پیش کر دیتا ہے اور اس طریقہ سے اوسکو امر تبلیغ و ہدایت میں بہترین کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔

فرق صرف اتنا ہے کہ ایک شاعر تمہید مطلب میں تشبیب کے ذریعہ سے مخاطبین کے قوای نفسانیہ میں جزر و مد کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے اور ایک نبی کے اظہار کمال سے لوگوں کی قوت غضبیہ میں تلاطم خیز تموج کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک شاعر اپنا مطلب سامعین کے سامنے اوس وقت پیش کرتا ہے جب تلذذ نفس کی وجہ سے اون پر محویت کا عالم طاری ہو جائے لیکن نبی اپنے مدعا کی طرف اونکو اوس وقت دعوت دیتا ہے جب اونکی غضبی قوت ناکامیاب ہو کر ندامت کا جامہ پہن لیتی ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہی کہ حسن عصر کے لوگوں کو کسی فن میں کمال حاصل ہو جاتا ہی
تو اونکی بلندی خیالات کی ادنی منزل یہ ہوتی ہی کہ اگر وہ اپنے کو اوس فن کا خدا نہیں
تو ناخدا تو ضرور ہی سمجھنے لگتے ہیں جامہ میں سمانا مشکل ہو جاتا ہی اور اپنے کمال کے
مقابل تمام کمالات کو ہیچ سمجھتے ہیں رفتہ رفتہ یہ خیالات ترقی کرتے رہتے ہیں یہانتک
کہ جب ان کور باطن انسانوں کو اپنے کمال پہ پورا غرا ہو جاتا ہی تو خدائی قدرت و قوت
اونکی نظر سے اوجھل ہو جاتی ہی اور خلاق عالم کی عظمت و جلالت کا نقش لوح دل سے
محو ہو جاتا ہی خدائی احکام کو بے حقیقت سمجھنے لگتے ہیں اونکی مخالفت کی اہمیت
نگاہ میں باقی نہیں رہتی خدائے جبار و قہار کے مقابلہ میں کھڑا ہو جانا اون کی نظر میں
ادنی بات معلوم ہوتی ہی وہ خدائی ہتھیاروں کو اپنے مقابل سست اور انسانی سیاہ کو
خدائی فوجوں سے قوی تر خیال کرنے لگتے ہیں۔

خواب غفلت میں چور اور نشہ کبر و نخوت میں سرشار و بدمست ہو کر صراط حق سے
منھ پھرائے کہاں سے کہاں نکل جاتے ہیں اوس خمار کے عالم میں اونکی آنکھیں کیسی کیسے
بے اصل اور مضحکہ خیز مناظر اپنے سامنے پاتی ہیں اونکی زبان اوس مدہوشی کی حالت میں
بے عنان ہو کر کیا سے کیا کہنے لگتی ہی اون کا مختل دماغ بیہودہ اور لغو خیالات کا خزانہ
بن جاتا ہی اس قسم کی بہت سی حسب حال کی مثالیں ہمارے پیش نظر ہیں اور صفحات تاریخ

maablib.org

اسطرح کے بہت سے شواہد پیش کر سکتے ہیں۔

عین اوسی غفلت اور بیہوشی کے عالم میں ارحم الراحمین نہ کسی انتقام کی غرض سے بلکہ اونکو غفلت کی میٹھی نیند سے چونکانے اور بیدار کرنے اور اون کی بڑھی ہوئی جباریت کو کم کرنیکے لئے اپنی جانب سے ایک شخص کو بھیجدیتا ہی وہ اونکو پوری اجازت دیتا ہی کہ وہ اپنے اوس مایہ ناز کمال کو جس نے اونکی جراتوں کو بڑھا کر فرعون بے سامان اور نمرود وقت بنا دیا تھا جسکو وہ اپنی زبردست فوج اور خونخوار ہتھیار سمجھ رہے تھے اوسکے مقابلہ میں پوری طرح صرف کر کے دل کی حسرتیں نکال لیں اور اپنے جوش و ولولے پورے کر لیں وہ اونکو اوسی فن میں اپنا اعلیٰ کمال دکھلا کر اون کا سر نیچا کر دیتا ہی اور خدائی قوت کے مقابلہ میں اون کے کمال کو اونھیں کی نظر میں ہیچ اور بے حقیقت ثابت کر دیتا ہی اور اون کے متاع کبر و غرور ہی کو اون کیلئے سب سے بہتر اور موثر تر معلم عجز و انکسار اور سبق آموز عبدیت بنا دیتا ہی وہ اون کے مرض غفلت کے باعث اصلی اور سبب اولی کا علاج کرتا ہی اور اونکی ضلالت و گمراہی کی اصل اساس کو جس پر بغاوت و طغیان کی سر بفلک عمارتیں بنی ہوئی تھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہی اس طرح اون کا جمود و تغافل باسانی کافور ہو جاتا ہی، اون کے خیالات صلاح پا جاتے ہیں اور راہ کے بھٹکے ہوئے سیدھے راستہ پر لگ جاتے ہیں۔

پہلی حکمت

جسکے ماتحت خاتم النبیین کو معجزۂ قرآن مرحمت ہوا

بلاغت قرآن انہیں وجوہ اسباب کی جہت سے انبیاء کرام سلام اللہ علیہم اجمعین
کو مختلف اوقات و ازمان میں فنون مخصوصہ کے مقابل معجزات کرامت ہوئے ایک
زمانہ میں جبکہ عالم پر سحر کا افسوں پوری طرح چل چکا تھا اور دنیا جادوگری کا کلمہ
پڑھ رہی تھی جناب موسیٰ نے عصائے سحر نوش کا معجزہ دکھلاکر ساحروں کو ہار منوادی ایک
وقت تھا کہ فن موسیقی کا طوطی بول رہا تھا جناب داؤد نے اپنے لحن کو مقابل میں رکھکر
اوسکو شکست فاش دی۔ جناب عیسیٰ نے اپنے زمانہ میں ابراء اکمہ و ابرص اور احیاء موتی
کے معجزات دکھلاکر اطباء عالم کے مایہ ناز کمال پر قلم کھینچ دیا۔

بالکل اسی مذاق و سیاق پر جناب رسالتمآبؐ کو خاص اوسوقت میں جو عرب کی
شاعری کے عین شباب کا زمانہ اور اون کے کمال فن کی معراج کا وقت تھا جبکہ عرب
اپنی قادر الکلامی کے راگ گا رہے اور فصاحت و بلاغت کے نقارے بجا رہے تھے اور
اون کے دعووں کی بے ہنگام صدا اون سے فضائے عالم گونج رہی تھی خداوند عالم نے
جناب رسالتمآبؐ کو معجزۂ قرآن مجید کرامت فرمایا جس نے یکبارگی اون کے چراغوں کو

گل کر دیا، ذہنوں پر مہر سکوت لگا دی اور فضاء عالم میں جس کے اندر ابھی ابھی آوازوں کے انصادم کی وجہ سے ایک قیامت خیز تلاطم برپا تھا یکایک سناٹا چھا گیا، قرآن مجید کے تفنّن کلام کا عربوں کے قلوب پر سکہ قائم ہو گیا اور وہ قرآن کی فصاحت وبلاغت کا لوہا مان گئے۔ مایۂ ناز سخنوروں کے چیدہ قصائد جو عرب کے متاع شعر میں سب سے زیادہ گرانقدر ثابت ہو چکے تھے اور ماہرین فن سے روح فصاحت وجان بلاغت ہونے کا تمغہ حاصل کر چکے تھے جن کا حرف حرف عرب کے بچہ بچہ کی نوک زبان تھا اور ان کو حریر پر آب زر سے لکھکر فخر ومباہات کیلئے کعبہ کی دیواروں میں منظر عام پر آویزاں کیا گیا تھا خاموشی کیساتھ جو ان کی شکست کا بانگ دہل اعلان کر رہی تھی خجالت کے ہاتھوں کعبہ کی دیواروں سے اتر تے نظر آئے۔

عرب قرآن کے مقابلہ سے قاصر رہے اس مقام پر اس شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ ممکن ہے عرب نے قرآن مجید کا مقابلہ کیا ہو اور اسکی مثل کوئی تصنیف تیار کی ہو لیکن مسلمانوں کے عرب پر مسلط ہو جانیکی وجہ سے نیست ونابود ہو گئی ہو اور ہم تک نہ پہونچ سکی ہو اسلئے کہ یہ خیال معمولی غور وخوض کے بعد بالکل بے اصل اور اعجاز قرآن مجید کیلئے بالکل بے ضرر ثابت ہوتا ہے کیونکہ عرب پر مسلمین کے غالب آجانیکی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس تصنیف کا صفحہ ہستی پر کہیں نام ونشان اور ذکر بھی باقی نہ رہے اگر

حقیقۃً کوئی عبارت قرآن کی مثل تیار کی گئی ہوتی تو آج یقیناً ہم تک پہونچتی دنیا کی کوئی تاریخ تو اوسکو بتلاتی بلکہ خود مورخین اسلام بھی اوسکو نقل کرتے چنانچہ مسیلمہ کذاب نے جو بعض عبارتیں اپنے خیال میں قرآن کی مثل تصنیف کی تھیں آج کوئی مسیلمہ کا کلمہ گو اور نام لیوا موجود نہیں ہے جو اوسکو دنیا کے سامنے پیش کرے لیکن اسلامی تاریخیں آجتک اونکی حفاظت کی ذمہ داری اور دنیا کے سامنے پیش کرنے کی خدمت کو عصراً بعد عصر اور زماناً بعد زمان نہایت دیانت کیساتھ ادا کرتی چلی آرہی ہیں ہم بھی ان عبارات کو ذیل میں ناسخ التواریخ سے نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام خود بھی اون عبارات کی عذوبت ولطافت مضامین اور بلاغت کے متعلق رائے زنی کر سکیں

کلام مسیلمہ سورہ والذاریات کے مقابل

والزارعات زرعاً فالحاصدات	قسم کھیتی کرنیوالیوں اور کھیتی کرکے کاٹنے والیونکی
حصداً فالطاحنات طحناً فالخابزات	اور کاٹکر پیسنے والیونکی اور پیس کر پکانے
خبزاً فالآکلات اکلاً۔	والیونکی اور پکاکر کھانیوالیوں کی۔

کلام مسیلمہ سورہ فیل کے مقابل

الفیل ما الفیل لہ ذنب وثیل	ہاتھی ہاتھی کیا ہے؟ ہاتھی کی خرمہری کی چھال
وخرطوم طویل۔	کی سی ٹٹی ہوئی دم اور لمبی سی سونڈ ہوتی ہے۔

کلام مسیلمہ سورہ کوثر کے مقابل

انا اعطیناک الجاھر فصل لربک	ہمنے تجکو بلند آواز عطا کیا لہذا تو اپنے پروردگار کیلیے
وھاجران شانئک ھو الکافر۔	نماز پڑھ اور ہجرت کر جا تیرا دشمن بس کافر ہے۔

فضائل علی کی تاریخ اور بالفرض اگر اہل اسلام کسی ایسی تصنیف کے فنا کر دینے کے ڈرسے بھی تھے تو کفار اوسکو مخفی طور پر محفوظ رکھ سکتے تھے اور ہمیشہ کسی طرح مسلمانوں کی دستبرد سے بچا سکتے تھے چنانچہ آج اوسکی بہترین نظیر احادیث فضائل جناب امیرالمومنینؑ علی ابن ابیطالب موجود ہیں جن کے مٹانے اور صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دینے کیلیے دنیا نے کوئی کوشش اوٹھا نہیں رکھی اسلام کی اس مایہ ناز ہستی کے فضائل پر ایک ایسا پرآشوب زمانہ آچکا ہے جس میں اون کے محو کرنے کیلیے خزانوں کے دہانے کھول دئیے گئے اور سلطنتیں وقف ہو گئیں اون کا زبان پر لانا سخت جرم قرار دیا گیا اور بیان کرنیوالوں کیلیے سخت سے سخت سزائیں اور جرمانے مقرر کیے گئے اغیار کیلیے فضائل تراشنے کی غرض سے سلطنت نے احادیث کی ڈھالنے والی ٹکسالیں بنائیں اور خزانہ اسلام کے اس گوہر بےبہا کو معمولی سنگریزوں میں ملا دینے کیلیے کسی جد و جہد میں کوئی دریغ نہیں کیا گیا۔ آج ایک حق جو اسلام کی صحیح اور اصلی تعلیمات کے معلوم نہیں جو دقتیں سد راہ ہوتی ہیں وہ اوسی زمانہ کی انسان صورت ہستیوں کے ننگ انسانیت اور اخلاق سوز تصرفات اور وحشیانہ طرز عمل کا

نتیجہ ہی مورخین اسلام نے جس درد بھری آواز اور غمناک لہجہ میں عصر بنی امیہ کے اِن واقعات کی تصویر پیش کی ہے وہ ہمارے بیان کی پوری تصدیق کرتی ہے۔ ابوالحسین علی بن محمد بن ابو سیف مدائنی کی تاریخ اور جاحظ کی کتاب الرد علی الامامیۃ کے مطالعہ کی تھوڑی سی زحمت سے قارئین ہمارے بیانات کی تائید حاصل فرما سکتے ہیں۔

دوستان علی کی قابل تحسین خدمت عرب کی ایک زبردست سلطنت کی پوری قوت کیساتھ یہ سب کچھ کوششیں ایک طرف لیکن حامیان و دوستان امیر المومنین علی بن ابیطالب کی ایک قلیل جماعت نے جان فروشی کے جوہر دکھلا کر اس طرح سینہ بسینہ انکی حفاظت کی کہ آج دنیا احادیث فضائل علی بن ابیطالب سے چھلک رہی ہے اور امیر المومنین کے فضائل آج اسی طرح آب و تاب دکھلا رہے ہیں جس طرح عالم کی تیرہ و تار کر دینے والی گھٹاؤں کے چھٹ جانیکے بعد باران رحمت کی دھلی ہوئی فضا میں نور آفتاب و ماہتاب۔

خدا کے مقابلہ میں دنیا کی شکست مقام حیرت ہے۔ دنیائے اسلام کی کسی ایک فرد کے فضائل بھی خواہ وہ کسی درجہ بھی وضعی اور اختراعی کیوں نہ ہوں اور اُن کے تراشنے میں کتنی ہی سخاوت اور کشادہ دلی سے کیوں نہ کام لیا گیا ہو لیکن اس کثرت کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو علی بن ابیطالب کے فضائل کو حاصل ہے اور اسلامی مورخین کو اس

مقام پر پہونچکر مجبوراً کہنا پڑتا ہے۔

ماورد لاحد من اصحاب رسول اللہ ما ورد لعلی رضی اللہ عنہ ۔ اصحاب رسول اللہ میں سے کسی کے بارہ میں اسقدر فضائل منقول نہیں ہیں جتنے علی رضی اللہ عنہ کیلئے ہیں۔ تاریخ الخلفا صواعق محرقہ مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ

اس مقام پر بعض اسلامی مصنفین کا یہ فقرہ بھی کسی طرح بھولنے کے قابل نہیں جو اونھوں نے کثرت فضائل علی بن ابیطالب کے متعلق تحریر کیا ہے اکثر من الحصی و الرملۃ دنیا میں ڈھیلوں اور سنگریزوں کی تعداد اوتنی کثیر نہیں جتنی فضائل علی بن ابیطالب کی ہے کسی شخص کو سنگریزے اور ڈھیلے کی تلاش میں کوئی دقت ہوسکتی ہے لیکن فضائل علی بن ابیطالب کا دستیاب ہونا اس سے زیادہ آسان ہے اور جس طرح ایک نابینا بھی اپنے ہاتھ سے ٹٹول کر سنگریزوں اور ڈھیلوں کو جمع کر سکتا ہے اوسی طرح فضائل امیرالمومنین کے معلوم کرنے میں ایک بے بصیرت کیلئے بھی کامیابی ممکن ہے۔

عرب کی قرآن سے انتہائی عاجزی

غرضکہ جس طرح دنیا کی اتنی شدید مخالفت کے بعد بھی محبان اہلبیت کی نہایت قلیل تعداد نے انتہائی مظلومیت کے عالم میں احادیث فضائل امیرالمومنین کو باین کثرت محفوظ رکھنے میں کامیابی حاصل کی اور اوذکو ضایع ہونے سے بچائے رکھا اور ہم تک پہنچادیا اوسی طرح مخالفین قرآن کی کثیر تعداد بھی عرب کی ادبی مخفی قدرت کے قصر

تصنیف کو جو قرآن کے کسی چھوٹے سے چھوٹے سورہ کی مثل تصنیف کیگئی تھی مسلمانوں کی دستبرد سے محفوظ رکھہ سکتی تھی اور اسلامی تسلط کے زمانہ کی مصائب کو جھیل جبانا اون کیلیے بھی اوس تصنیف کی اہمیت پر نظر کرتے ہوئے کوئی زیادہ دشوار نہ تھا لیکن آج قرآن کے ہم پلہ یا جسکو اونھوں نے اپنے خیال میں قرآن کی مثل تجویز کیا ہو کلام عرب میں ایک سطر کا بھی موجود نہونا اس امر کا بین ثبوت ہو کہ عرب نے کوئی کلام قرآن کے مقابل پیش ہی نہیں کیا تھا اور بالفرض اوس مصنفہ کلام کے موجود ہونے اور مسلمانوں کے ہاتھوں ضایع و برباد ہوجانیکی صورت میں کم از کم مخالفین قرآن اگر آج صرف اوس کا ذکر کرکے او سکا نام ہی لیکر اسلاف کی محنت کی بربادی پر کبھی ٹھنڈی سانس لیکر دو آنسو بہا لیتے اور اسلام کی ترقیوں کو دیکھکر عرب کی اوس گرانقدر امانت کا ماتم کرکے جو ہر زمانہ میں اسلام کی ترقیوں میں سد راہ ہوتی زخم دل کا علاج کرتے نظر آتے تب بھی ہمکو اس شبہہ کی طرف متوجہ ہونیکا بہت موقع تھا لیکن آج اسلام یا کفر کی تاریخی ذخائر کسی ایسی تصنیف کا باوجود اتنی اہمیت کے کبھی نام بھی نہ آنا اوسکے عدم واقعی کی روشن دلیل ہے۔

عرب کیلیے سہولت کے مواقع اگر اہل عرب قرآن کا مقابلہ کرسکتے تھے تو اون کو بہت کافی زمانہ ایسا ملا جس میں اسلام اور اہل اسلام کفار سے مغلوب اور بالکل

بے دست و پا تھے جناب رسالتمآبؐ کی مکہ کی زندگی کا زمانہ فصحائے عرب کیلئے کیا کم تھا اگر وہ اس میں قرآن کا مثل تیار کر کے پیش کر دیتے اگر مکہ ہی میں فصاحت و بلاغت قرآن کو شکست ہو جاتی تو قرآن کے تمام دعوے اسیوقت ہوا تھے اور دین محمدی کا بآسانی اسی وقت خاتمہ ہو جاتا اسلام کو پھر سر اٹھانے کا موقع ہی نہ ملتا اور کفار عرب کو غلبہ اسلام کا روز بد دیکھنا ہی نصیب نہ ہوتا پھر جب جناب رسالتمآبؐ مدینہ تشریف لے گئے تب بھی اہل مکہ اور قرب وجوار کے لوگوں کو آزادی حاصل تھی اور وہ بسہولت اس خدمت کو انجام دے سکتے تھے پھر آنحضرت کی مدنی آخر زندگی میں جبکہ مکہ مدینہ اور قریب قریب کے بعض دیگر مقامات اسلام کے زیر نگین آ چکے تھے، حجاز کے اطراف و جوانب، عراق، نجد، حضرموت، عمان، بحرین کے جملہ آزاد مقامات، روم و شام و فارس کے تمام وسیع ممالک فصحائے عرب کیواسطے اس خدمت کی انجام دہی کیلئے عرصہ گاہ جبکہ وہ فتوحات اسلامیہ کے میدان سب بالکل مامون تھے اپنی آغوش تمنا کشادہ کئے ہوئے کفار عرب ان پر امن مقامات پر مسلمانوں کے شر سے بالکل محفوظ رہکر یہ کام بآسانی سرانجام دے سکتے تھے اسلام کی ابتدائی نشو و نما کے عالم میں باحمیت و غیرت کفار مکہ کا اپنے خداؤں کیلئے ناگوار الفاظ سنکر کانوں تک ڈاٹ لینا اور اپنے بزرگوں کی نسبت ناقابل تحمل فقرات پر خاموش ہو جانا اور حضرت سید انام میں کچھ قوت اور اپنے بیہودی

کھڑا ہو جانیکی قابلیت پیدا ہو گئی تو مسلمانوں کا تلوار سے مقابلہ کر کے اپنی ہستیوں کو خاک میں ملا کر اپنی جان و مال و عرض و آبرو کو فنا کر دینا یہ تمام باتیں اس امر کا پورا ثبوت ہیں کہ وہ ہرگز قرآن کا مقابلہ کرنے پر قادر نہ تھے، ورنہ اپنی کامیابی کی ایک آسان صورت چھوڑ کر دشوار گذار اور مصیبتناک طریقوں کو نہ اختیار کرتے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ موجودہ زمانہ کے بعض ناواقفوں کا یہ خیال کہ ہم قرآن مجید کو کس طرح معجزہ تسلیم کر سکتے ہیں درانحالیکہ ہم اوسکے کمال فصاحت و بلاغت سے نابلد ہیں قطعاً ناقابل لحاظ ہے اسلئے کہ معجزہ قرآن مجید اگرچہ اس پہلو سے بلا واسطہ ہر حجت نہ ہو لیکن اہل عرب کے مقابلہ سے عاجز آنے اور معجزہ تسلیم کر لینے کے بعد عالم کی ہر فرد کو اگرچہ وہ اوسکے متعلق ذاتی طور پر کوئی رائے نہ رکھتی ہو معجزہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں اسلئے کہ اہل عرب کے کمال فصاحت و بلاغت کا ہر شخص معترف ہے اور حق بجانب ہے کہ وہ بلاغت کے قرآن کے مقابلہ کیلئے تمام عالم کے مسلّمہ نمایندہ تھے اور جس طرح اس فن میں اونکی کامیابی تمام عالم کی فتح کہلاتی اسی طرح قرآن کے مقابلہ میں اونکی شکست بھی سارے جہاں کی شکست ہے مختصر یہ کہ اگرچہ معجزہ قرآن اس پہلو سے ہر شخص پر بلا واسطہ حجت نہ ہو لیکن جس طرح کہ نبی معجزات عموماً کاملین فن کے توسط سے حجت ہوا کرتے ہیں قرآن مجید بھی اہل عرب کے توسط سے تمام عالم پر حجت ہے۔

maablib.org

قرآن مجید اور دیگر فصیح و بلیغ کتابوں میں فرق

دنیا کی کوئی علمی زبان اسوقت ایسی قابل قدر تصانیف سے خالی نہیں ہے جو اپنے انداز بیان حسن اسلوب اور نکات و رموز فصاحت و بلاغت کی جہت سے بے مثیل و عدیم النظیر خیال کیجاتی ہوں لیکن قرآن مجید کے مضامین کا امنڈتا ہوا سیلاب، لڑیوں میں پروئے ہوئے موتیوں کی طرح الفاظ کی حسین ترکیب و بندش، تمام محاسن لفظی و معنوی کی بہترین سجاوٹ و زیبائش، بلاغت میں ڈوبا ہوا اسلوب، ما فوق التصور مطالب کی تصویر کشی اور مجسمہ سازی، یہ تمام چیزیں دنیا کی کل تصنیفات سے ایک جداگانہ نوعیت رکھتی ہیں اوسکی یہ تمام خصوصیات بالکل چھوتی ہیں اور اوسکی فصاحت و بلاغت کا اعجازی کنگرہ تمام تصانیف سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

فارسی میں گلستاں، یا مثنوی مولانا روم انگریزی میں شکسپیر کے ڈرامہ سنسکرت میں مہابھارت علی ہذا دیگر زبانوں میں بھی اسی پایہ کی فصیح و بلیغ تصانیف موجود ہیں جن کے بے مثال ہونے میں شبہ کی گنجائش نہیں لیکن اونکی فصاحت و بلاغت میں یہ دم نہیں اور اونکو اپنے کمال بے مثال پر اسقدر تکیہ و اعتماد نہیں ہے کہ وہ ساری دنیا کو مقابلہ کیلئے چیلنج دیکر تمام انسانی دماغوں کو اپنے مقابلہ سے عاجز ثابت کردیں اور قرآن کی طرح میدان تحدی

میں ذکر اعجازی بھر بھرے اوڑھے ہیں۔ نہ آج تک دنیا کے کسی مصنف کو اپنی کسی مایہ ناز تصنیف کے متعلق یہ خیال قائم کرنیکی جرأت ہوئی اور نہ اسوقت تک فصحائے عالم میں بجز قرآن کے بہ زور دعوے کے اور کوئی تحدی اور معارضہ طلبی کی آواز سنائی دی اور اگر کبھی کسی نے اپنی سطح دماغ کو تمام عالم کی دماغی سطح سے بلند سمجھ کے اس خام خیالی کو اپنے سر میں جگہ بھی دی تو دنیا نے اسکو غلط فہمی سے زیادہ وقیع ثابت نہیں ہونے دیا۔

انس و جن کو مقابلہ قرآن کی دعوت

اگر تھوڑی دیر کیلئے فرض بھی کر لیا جائے کہ قرآن کے علاوہ اور تصانیف بھی بے بدل ہیں کہ عالم ان کا مثل و نظیر پیش کرنے سے عاجز ہو سکتا ہے تب بھی اس خطاب کا دائرہ صرف انسانوں ہی تک محدود رہیگا لیکن قرآن نے اپنے خطاب کے دائرہ کو اتنا تنگ نہیں کیا بلکہ جب معارضہ طلبی کی اور مقابلہ کیلئے دعوت دی تو جنات کو بھی انسانوں کا شریک سہیم قرار دیا ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔

کہدو اے رسول کہ اگر تمام جن و انس اس بات پر مجتمع ہو جائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تب بھی نہیں لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کا ناصر و مددگار ہو جائے

لیکن کسی انسان کیلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنی کسی تصنیف کو نہ صرف انسانوں

کیلئے ناقابل مقابلہ بتلائے بلکہ جنات کو بھی اسی فہرست میں شامل کرے اسلئے کہ کسی کو
مقابلہ کیلئے چیلنج دینا پھر اوسکو میدان آرائی کی قوت سے خالی پاکر عاجز بتلانا جب ہی
ممکن ہے کہ دعوت دینے والے کو مخاطب کے مبلغ علمی کا پہلے سے صحیح اندازہ ہو۔ جن و انس کو اسے
مخاطب ہی لایا تو بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا کی پرزور پیشنگوئی یہ صرف
اسی ہستی کیلئے ممکن ہے جو جن و انس کی خالق، اون کے قوائے دماغی کا صحیح علم رکھنے والی اور اونکے
افکار و خیالات کی انتہائی بلند پروازی کی اعلیٰ منزل سے بخوبی واقف و آگاہ ہو۔ یہ دعویٰ
انسان ایسے قلیل البضاعت کیلئے زیبا نہیں جس کا دائرہ علم صرف انسانی دنیا کی دماغی
کیفیات اور علمی قابلیت تک محدود ہو اور جنات کی علمی زندگی کے متعلق اوس کیلئے
کوئی خیال قائم کرنے کا موقع نہیں لہذا قرآن مجید اپنی اس خصوصیت میں عالم کی تمام
تصانیف سے ممتاز ہے۔

اس مقام پر یہ کہا جانا ممکن ہے کہ جنات کا تاریک چہرہ صرف مذہبی روشنی یا اعتقادی
عینک لگا لینے کے بعد ہی نظر آتا ہے ورنہ اگرچہ وجود جنات کی نفی کیلئے عقلی حیثیت سے
کوئی قطعی فیصلہ نہیں دیا جا سکتا تاہم ثبوت پر بھی کوئی منطقی استدلال قائم نہیں ہے لہذا
مقام اثبات اعجاز میں قرآن کے کتاب بشر تسلیم کئے جانے سے قبل جنات کو دعوت مقابلہ
دیا جانا اور اون کا عاجز رہنا ان تمام باتوں کو قرآن اور دیگر تصانیف عالم کے درمیان میں

باب الامتیاز کے طور پر پیش کرنا مصادرۃ علی المطلوب کی شان رکھتا ہے اسلئے کہ مقابلہ اور عجز
تو درکنار خود خبات کا وجود ہی قرآن کے معجزہ ربّانی اور منزل من اللہ تسلیم کر لینے پر موقوف ہے
لیکن یہ قرآن پر الزام نہیں انسان کی کوتہ نظری اور قلت معلومات کا قصور ہے۔ کم از کم
قرآن کا یہ دعویٰ ان لوگوں کیلئے قرآن کی امتیازی شان کو ضرور روشن کرتا ہے جو قرآن کے
ارشادات و تعلیمات کو وحی ربانی ماننے سے قبل ہی تقلیدی حیثیت سے یا اپنے کسی ذاتی
تجربہ کی بناء پر وجود خبات کے معترف ہیں۔

دعاوی میں توسیع اور شبہات کا ابطال قرآن مجید نے اپنے اعجاز اور خارق عادت
ہونیکے ثبوت میں کسی پہلو کو کمزور نہیں رکھا بلکہ تمام اطراف و جوانب کو پوری طرح مستحکم کر کے
چھوڑا ہے آج سے تیرہ سو برس پہلے ہی قرآن نے اپنے دعوؤں میں توسیع کر کے اس قسم کے
تمام شکوک و شبہات کا پورا پورا استیصال کر دیا ہے پہلے پوری کتاب کا مثل طلب کیا لیکن
دنیا کو مقابلہ سے عاجز آتے دیکھکر مطالبہ کو خفیف کر کے اور گنجائش دی اور اس غرض سے
کہ عالم کو اپنے حوصلے نکال لینے کا پورا موقع مل جائے اور دل کی تمنائیں دل ہی میں
نہ رہیں صرف دس ہی سورتوں کا مثل پیش کر دینے پر اکتفا کی اور ان دس میں بھی کچھ طوالت
سورتوں کی قید نہیں رکھی بلکہ مقابلہ کرنے والے کیلئے مختصر سے مختصر سورتوں کے منتخب کر لینے کا
پورا اختیار دیدیا۔

ام یقولون افترٰیہ قل فاتوا بعشر سوٰر مثلہ مفتریات۔ کیا وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کو محمد نے بنایا ہے کہدو کہ پھر ایسے ہی دس سورے بنی ہوئی تم بھی لے آؤ

قرآن مجید کے اگر مختصر دس سوروں کا انتخاب کیا جائے تو متوسط تقطیع کے زیادہ سے زیادہ ایک ورق ہو سکتے ہیں لیکن قرآن کی اس آواز پر فضائے عالم میں ایک بھی صدائے لبیک بلند نہوئی قرآن کا اپنے مطالبہ کو اسقدر سبک کر کے پیش کرنا پھر اسپر بھی دنیا کا خاموش رہ جانا قرآن کے زور اعجاز اور مقابل کی کمزوری کو پوری طرح واضح کرتا ہے۔

کیا اسکے بعد بھی دنیا کی کوئی کتاب قرآن کی نظیر بن کر پیش کیجا سکے گی اور کیا اب کوئی عالم کے کسی مصنف کو اپنے افکار دماغی کے متعلق یہ غرہ باقی ہے کہ جس طرح میری پوری تصنیف بے نظیر ہے ویسے ہی اس کے ایک ورق کا مثل پیدا کرنا بھی تمام عالم کی قوت سے باہر ہے۔

مرحبا اے خدا کی پاک کتاب مرحبا تو نے اپنے مطالبہ کو اس طرح سہل و آسان کر کے انسانی تصانیف سے کتاب خدا کی ممتاز حیثیت اور بے نظیر شان کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔

اسی پر بس نہیں کی بلکہ کمزور مخلوق کی ضعیف قوتوں کو اس آسان مطالبہ کے

پورا کرنے سے بھی عاجز پاکر اتمام حجت کی غرض سے اس دفعہ مطالبہ کو بالکل ہی سبک کر کے مرجھائے ہوئے دلوں میں پھر امنگ پیدا کی اور سوئی ہوئی ہمتوں کو دوبارہ جگا دیا اور مقابلہ کے موجودہ میدان سے دو منزل یوں آگے بڑھکر جہاں اس شکست خوردہ اور ہزیمت یافتہ سپاہ کے کچھ قدم جم سکیں پھر مقابلہ کا جھنڈا بلند کر دیا اور میدان بلاغت پر صحیح قبضہ ثابت کرنیکے لئے ایک تیسری حملہ کا اور موقع دیدیا اور تاکہ آئندہ کسی عذر کی گنجائش باقی نرہے ایک آخری الٹی میٹم اور سنا کر صرف ایک ہی سورہ کا مثل لے آنے پر اپنے اعجاز کا آخری فیصلہ ٹھہرا دیا اگرچہ وہ ایک سے رہ بھی ایک ہی سطر کیوں نہو۔

اِن کنتم فی ریبٍ مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃٍ من مثلہٖ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔	اگر تمکو اس کتاب کی بابت جو ہمنے اپنے بندہ پر نازل کی ہے کچھ شک و شبہ ہے تو اسکی مثل ایک ہی سورہ لے آؤ اور اپنے ساتھ خدا سے الگ اپنے حمایتوں کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔

کیا اب بھی کسی انسانی تصنیف میں سر ابھارنے کی جرأت ہے؟ اب تو کہنا پڑیگا کہ یہ زور بلاغت قرآن اور صرف قرآن ہی کو حاصل ہے کہ جسکی ہر ہر سطر پر ید قدرت نے اعجازی مہر ثبت کر دی ہے۔

قرآنی استدلالات کا معیار فطری ہے

قرآن مجید نے اپنے اعجاز کے اثبات کی غرض سے مذکورہ بالا استدلال میں کسی موقع پر کسی غیر مانوس دلیل سے کام نہیں لیا بلکہ جسقدر بھی دلائل و براہین پیش کیئے اور اپنی آیات وشاہد حال کے ذریعہ سے انسانی اور ربانی تصانیف کے درمیان میں جسقدر بھی امتیاز کی صورتیں بتلائیں اور اس سلسلہ میں جسقدر بھی دعوے کیئے وہ تمام کے تمام اصول فطرت پر بالکل منطبق ہیں انہیں قرآن ہی کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر مصنوع انسانی اور مصنوع ربانی میں یہی امتیازات پائے جاتے ہیں اور ہر مصنوع قدرت یہی دعوی کرتی ہے اور انھیں کو خالق ومخلوق کی صنعت میں فرق کرنے کیلئے معیار قرار دیتی ہے۔

تنکے کی مثال یہ قدرت کی بنائی ہوئی کوئی شے جو آپ کی نظر میں دیگر مصنوعات قدرت کی نسبت سے کتنی ہی حقیر اور ادنیٰ سے ادنیٰ معلوم ہوتی ہو خواہ زبان سے خاموش ہو یا زبان رکھتی ہی ہو لیکن اوسکی خاموش فطرت جو اوس مختصر وجود کے اندر بیشمار اسرار حکمت اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے پکار پکار کر دہی دعوی کرتی ہے جو قرآن نے کیئے ہیں کسی ادنیٰ درخت کی ایک تنکے ہی لے لیجیئے جسکا آپ کسی نظر توجہ والتفات کا مستحق بھی

نہیں سمجھتے وہ بھی آپ کے ہاتھ میں پہونچکر عالم کو ہلا دینے والا یہ زور دعوے بیان کرتی ہے کہ میرا مثیل و نظیر اگر عالم کے جن و انس ملکر بنانا چاہیں تو ناممکن ہے۔

میری فطری دلربا صورت اور دلکش رنگ میری رگ و ریشہ کا تار و پود اور انہیں مناسب سے رہنے باریکی اور موٹائی اور اندر ہی اندر دست قدرت کی حسین بناوٹ اور اوس پر خوشنما نگمین غلاف پھر انسانی نگاہ کو قاصر بنا دینے والے ہر باریک سے باریک رگ و ریشہ میں بقاء حیات کے مکمل نظام کا سمویا ہونا اور ہر ہر حصہ میں قوائے نامیہ کا بجلی کی طرح دوڑ جانا یہ میرے وہ بے نظیر فطری کمالات ہیں جن کا مقابلہ عالم کی تمام طاقتیں مل کر بھی نہیں کر سکتیں۔

اب اگر آپ اوس پتی کو چند حصوں میں اوسکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں خواہ وہ بڑے بڑے ہوں یا کتنے ہی چھوٹے چھوٹے تب بھی اوسکے دعوی میں کوئی فرق نہ آئیگا اور اوسکے کمالات فطریہ میں کسی قسم کا اثر ظہور پذیر نہ ہوگا اسلئے کہ اسوقت میں اگرچہ اوسکی صورت اور اوسکی مخصوص تراش خراش پہلی سی باقی نہیں ہے لیکن اسکے ما سوا اپنے تمام محاسن کی اوسی طرح امانت دار ہے صرف اتنا تغیر ضرور ہو گیا کہ پہلے اوسکے کمالات کا پھیلاؤ کچھ زیادہ جگہ لئے ہوئے تھے اب اوس کا فطری طول و عرض باقی نہیں اور گنجائش پہلے سی کم ہو گئی یا انہمہ ہر ٹکڑے کا دامن اون تمام اسرار حکمت سے مالا مال ہے جو پہلے

اوس پورے وجود کے اندر ودیعت کئے گئے تھے، بلا کسی نقص کے کمالات سب باقی ہیں اور کمالات کیساتھ ساتھ دعویٰ بھی باقی ہے۔

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

بالکل اوسی طرح جیسے بوتل بھر سکنجبین میں سے چند قطرے علیحدہ نکال لئے جائیں اگرچہ یہ چند قطرے مقدار کے لحاظ سے پوری بوتل کے مقابل بہت ہی کم ہیں لیکن اوصاف کے لحاظ سے ان میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں ہے طبیب نے سکنجبین بنانے میں اجزاء کا جو تناسب ملحوظ رکھا ہے جس طرح وہ تناسب اور کمال صنعت پوری بوتل میں پایا جاتا ہے وہی بعینہ بلا فرق ان چند قطروں میں بلکہ ہر ہر قطرہ کے اندر موجود ہے۔

قرآن مجید بھی چونکہ خلاق عالم کی تصنیف اور صناع قدرت کی ایک بےمثال صنعت ہے اوسکے کل کا مثل لانا بھی انس و جن کی قوت سے ناممکن ہے اور اگر اوسکو چند حصوں میں منقسم کرکے دیکھو بڑے بڑے حصے ہوں (اوس سورے) تب بھی وہ دنیا میں بےمثال ہی بنکر رہنا چاہتے ہیں اور اگر چھوٹے چھوٹے اجزا کی شان دیکھنا چاہتے ہو تو اونمیں سے ایک کو لیلو ایک ہی سورہ اور وہ بھی حد درجہ کا مختصر ایک ہی سطر کا ہے تب بھی یہ تصنیف ربانی یہی کہتی نظر آتی ہے کہ یہ میرا چھوٹا سا سورہ گو بظاہر مختصر لیکن میرے اون تمام کمالات کا ایک مختصر نمونہ ہے جو قدرت نے میرے کل وجود کے اندر کرامت فرمائے ہیں بہرحال

بہر صورت عدیم النظیر عدیم المثال اور اپنے کمالات و خصوصیات میں وحید و فرید اور لاشریک ہوں۔

دوسری حکمت

دائرہ نبوت اور معجزہ کی وسعت قرآنی معجزہ کے اندر ایک دوسری حکمت یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت کی نبوت و رسالت عام و تام تھی لہذا ضرورت تھی کہ آپ کی نبوت کا شاہد و مصدق بھی ایسا ہی عام و تام ہو جو ایک حکیم سے لیکر ایک عامی شخص سب کو برابر فائدہ پہونچائے اور ہر مذاق کا شخص اپنی عقل کے مطابق اوس سے آنحضرت کی نبوت کی تصدیق کیلئے ثبوت مہیا کر سکے یہ صفت صرف قرآن مجید ہی کو حاصل ہے کہ اوسکو جس رخ سے دیکھئے معجزہ ہے جس پہلو پر نظر ڈالئے اعجاز نظر آتا ہے اور ہر نظر کرنیوالا اپنی عقل و مذاق طبیعت کے مطابق اوس سے نبوت ختمی مرتبت کی ناقابل انکار شہادت حاصل کر لیتا ہے گویا کہ قرآن مجید اعجاز کا ایک صیقلدار آئینہ ہے جس میں ہر رخ سے دیکھنے والے کیلئے نبوت محمدیہ کی تصویر صاف نمایاں ہے۔

اہل عالم کی تقسیم عالم پر ایک عام نظر ڈالتے ہوئے ہمکو صفحہ ہستی پر دو قسم کے لوگ نظر آتے ہیں ایک خواص دوسرے عوام ایک اہل حکمت دوسرے اون سے پست طبقہ کے لوگ

بعبارت اُخری ایک وہ جو معاملات عالم کا عمیق نظرسے مطالعہ کرتے ہیں دوسرے وہ جو حالات و واقعات پر سطحی نظر ڈالتے ہیں۔ نبوت محمدیہ پر ایمان لانیکی تکلیف ان دونوں قسم کے لوگوں کو ہے لہذا نبوت کا ثبوت بھی ایسا ہونا چاہیئے جو دونوں طبقوں میں سے ہر ایک کی عقل کے مطابق کافی ہو سکے۔

عوام کیلئے قرآن کے اعجازی پہلو اگر وہ عوام کے سامنے اگر کسی مدعی نبوت کا دعویٰ پیش کیا جائے تو اونکی نظر فوراً انہی کے افعال کی طرف جاتی ہے اور اون میں وہ ایسے افعال کی جویاں ہوتی ہے جن کا صدور عام طاقت بشری سے باہر ہو اگر وہ کوئی خارق عادت فعل اپنے دعوی کی شہادت میں پیش کرتا ہے تو اون کو اوسکے قول کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے اور وہ عادت فطری کے خلاف افعال اوس سے صادر ہونے دیکھکر اس نتیجہ تک پہونچ جاتے ہیں کہ اوسکی روحانیت اور نفس ناطقہ کی قوت عام طاقتوں سے زیادہ بلند ہے اور وہ ضرور اپنے دعوے نبوت میں سچا ہے مثلاً دریا کی روانی کا رک جانا۔ درخت کا اپنے مکان سے حرکت کرنا، یا مقدار قلیل میں ایک کثیر التعداد مجمع کا سیر ہو جانا وغیرہ وغیرہ قرآن مجید نے اپنی آغوش اعجاز میں ایسی وجوہ اور حیثیات کو بھی محفوظ رکھا ہے جو خرق عادت کی بعینہ وہی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح مذکورہ بالا معجزات اور اعجاز قرآن کے اون پہلوؤں پر نظر کرنیکے بعد ہر شخص اسطرح باسانی صداقت نبوت محمدیہ کے نتیجہ تک پہونچ جاتا ہے جیسے کہ مذکورہ

معجزات کے آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد اس سلسلہ میں پہلی حیثیت بلاغت قرآن کی جس کا سابقاً تذکرہ ہو چکا اسکے علاوہ دو پہلو اور ہیں جن میں کسی ملک اور کسی مقام اور کسی زبان کے لوگوں کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ وہ اعجاز قرآن کے دو ایسے روشن و نمایاں پہلو ہیں جن پر نظر کرنیکے بعد ہر شخص قرآن مجید کے معجزہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔

قرآن میں آیندہ کی پیشنگوئیاں پہلی جہت اعجاز یہ ہے کہ بعض واقعات کے عالم وقوع میں آنے سے قبل قرآن مجید میں ان کے وقوع کے متعلق پیشین گوئیاں کی گئیں اور زمانے نے ان واقعات کو عالم وجود میں لاکر قرآن کی صادق اللہجہ ہونے پر مہر لگادی۔

قرآن میں سلف کے واقعات اسی سلسلہ میں دوسرا پہلو اعجاز کا یہ ہے کہ قرآن مجید نے امم سابقہ اور انبیائے سلف کے واقعات کو بیان کیا ہے مثلاً جناب آدمؑ جناب نوحؑ جناب ابراہیمؑ جناب یعقوبؑ جناب یوسفؑ جناب موسیٰؑ جناب ہارونؑ جناب داؤدؑ جناب سلیمانؑ جناب عیسیٰؑ اسی طرح دیگر انبیاء اور ان کی امتوں کے حالات و واقعات کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے حالانکہ جناب رسالتمآبؐ نے کسی شخص سے تاریخی درس حاصل نہیں کیا اور چونکہ آپ نے دنیا میں کبھی کوئی تعلیم حاصل نہیں کی تھی لہٰذا کسی تاریخی کتاب کا مطالعہ بھی ممکن نہ تھا، نیز ان واقعات میں بہت سے واقعات ایسے بھی ہیں جن پر اس زمانہ میں بالکل پردہ پڑا ہوا تھا اور ان کے معلوم کرنے کا حضرتؐ کیلئے کوئی ذریعہ ممکن ہی نہ تھا لہٰذا جبراً یہ

اور کوئی صورت نہیں کہ آپ کی معلومات کا ذریعہ صرف وحی اور تعلیم ربانی ہو اور اسی کا نام معجزہ ہے اور یہی دلیل نبوت ہے۔

عیسائی مشن کا اعتراض عیسائی حضرات از راہ تعصب اس مقام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں واقعات سلف کی مذکور ہونے کو بھی اہل اسلام دلیل اعجاز قرآن قرار دیتے ہیں کیونکہ اون کے خیال میں پیغمبر اسلام کے پاس کوئی ذریعہ واقعات کے معلوم کرنیکا بجز تعلیم الٰہی کچھ نہ تھا حالانکہ حقیقت اسکی بالکل برعکس ہے اسلئے کہ ان معلومات کی حاصل کرنیکا بہترین ذریعہ اوسوقت آپ کیلئے کتب یہود و نصاریٰ تھیں مانا کہ آنحضرت امی تھے کتابوں کا خود مطالعہ نہ کر سکتے تھے لیکن کم از کم لوگوں سے سنکر اون تعلیمات سے فائدہ اٹھا سکتے تھے اور اون کو اسکے بہترین مواقع حاصل تھے چند مرتبہ اونھوں نے اپنی حیات میں ملک شام کا سفر کیا جو اوسوقت اہل کتاب کا مرکز تھا نیز خود مکہ مدینہ میں بھی بہت سے اہل کتاب موجود تھے علاوہ بریں ورقہ بن نوفل آپ کی زوجہ خدیجہ بنت خویلد کے چچا زاد بھائی جو کتب سابقہ کے زبردست عالم اور توریت و انجیل کے عربی میں ترجمہ کرنیوالے تھے آپکے پہلو میں موجود تھے اسقدر کثیر اور سہل الحصول ذرائع کے موجود ہونے ہوئے کون شخص باور کر سکتا ہے کہ آپ کی تعلیم کا ذریعہ وحی و القاء ربانی تھا بلکہ ان حالات پر نظر کرنیکے بعد ہر شخص بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جائیگا کہ قرآن مجید کا اصل ماخذ کتب یہود و نصاریٰ ہیں

اعتراض کا مکمل جواب | عیسائی مشن نے اس اعتراض میں کامیابی حاصل کرنیکے لئے بہت کچھ ظاہر فریبی سے کام لیا ہے اور مغالطہ پر حقیقت کا پالش کرنا چاہا ہے۔ لیکن ایک ادنیٰ غور و تامل کے بعد اس ملمع گری کی قلعی کھل جاتی ہے۔

پیغمبر اسلام کو شام کے سفروں کا ضرور اتفاق ہوا جن میں بعض سفر آپنے اپنے چچا ابو طالب کیساتھ نہایت کمسنی میں کئے ہیں ایک دو مرتبہ آپ بذات خود بسلسلہ تجارت تشریف لیگئے ہیں لیکن انصاف کیجئے کہ ایک تاجر وہ بھی ایک ایسی فضا کا تربیت یافتہ جو اپنی جہالت میں ضرب المثل ہو اور تاریک ماحول کیوجہ سے اسکے دماغ کو اس قسم کے معلومات سے کوئی انس اور وابستگی بھی پیدا نہوئی ہو چند روز کی مدت سفر میں وہ بھی جو اسکے تجارتی مشاغل سے خالی ہو معلومات کا کتنا ذخیرہ حاصل کر سکتا ہے۔ مکہ مدینہ میں یہودیوں کی آبادی بھی لیکن پیغمبر اسلام کی خاص طور پر کبھی ان کیساتھ معاشرت نہیں رہی پیغمبر اسلام کو یہود و نصاریٰ مکہ و مدینہ کی زبان سے جو کچھ سنی سنائے سابقین کے تاریخی واقعات معلوم ہو سکتے تھے وہ کوئی مخفی واقعات نہیں ہو سکتے تھے عام اشاعت ہی کی جہت سے پیغمبر تک ان کا پہونچنا ممکن تھا جن کا علم آپ سے پہلے آپ کی ساری قوم کو ہونا چاہیئے تھا۔ اسی طرح شام کا سفر بھی آپنے تنہا نہیں کیا بلکہ آپ کی قوم کے بہت سے لوگ رفقاء سفر تھے۔ ملک شام میں چلتے پھرتے، لوگوں سے سن سنا کر

آپ جو معلومات حاصل کر سکتے تھے وہ بھی آپ کی ذات سے مخصوص نہ تھیں بلکہ ورقہ بن نوفل

اسمیں برابر کے حصہ دار تھے اور یہ چیزیں ہرگز ایسی نہ تھیں جنکو پیغمبر اسلام اپنی مخصوص

معلومات کے طور پر خود اپنی قوم کے اندر جو ان معلومات میں آپکے دوش بدوش اور برابر کی

شریک و سہیم تھی پیش کر سکیں اگر پیغمبر اسلام نے اپنے مقام سے ہٹکر کسی دوسری دور دراز

مقام پر دعوی نبوت کیا ہوتا تو البتہ اس شبہ کیلئے کوئی امکان پیدا ہو سکتا تھا۔

ورقہ بن نوفل ورقہ کا نام تاریخ اسلام میں صرف ایک مقام پر پایا جاتا ہے وہ اوسوقت کہ

جب فرشتہ وحی پہلی مرتبہ آنحضرت پر نازل ہوا اور آنحضرت مبعوث برسالت ہوئے آپ نے

فرشتہ کے نازل ہونیکا واقعہ اپنی زوجہ خدیجہ بنت خویلد سے بیان کیا اور انھوں نے

ورقہ بن نوفل سے اس کا ذکر کیا اور ورقہ نے یہ بتلایا کہ ضرور یہ شخص وہی نبی ہے جس کی خبر

ہماری کتابوں میں دی گئی ہے اس واقعہ کے علاوہ اسلامی تاریخ میں اور کہیں ورقہ کا نام نہیں

پایا جاتا اس واقعہ میں بھی بذات خود پیغمبر اسلام کا ورقہ سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہے

آپکے معلومات کا ورقہ بن نوفل کے علم سے کسی طرح کا تعلق نہونا اسکی نہایت زبردست

اور روشن شہادت خدیجہ بنت خویلد کا ایمان ہے جنھوں نے مذکورہ بالا تاریخی واقعہ کے

بعد ہی آپ پر ایمان لانے میں سبقت کی اور بعثت کے بعد فوراً ہی آپ نے

انپے ایمان کا اظہار کیا۔ اپنا تمام مال و اثاثہ پیغمبر اسلام کی نبوت و رسالت پر پروان چڑھا دیا

اور ایمان لانیکے بعد جناب خدیجہ کو ایک دن آرام و چین کی زندگی نصیب نہوئی اور پیغمبر اسلام کی طرح مکہ کی زمین آپ کیلئے بھی تنگ ہو گئی لیکن مرتے دم تک مصائب کا نشانہ بنکر اپنے ثبات و استقلال کا قابل تقلید نمونہ پیش کرتی رہیں کفار مکہ آپکے دشمن جو اذیتیں پہونچتی رہتی تھیں اوسمیں اپنے مظلوم شوہر کو بھی ہمیشہ تسلی و دلاسا دیتی رہتی تھیں جو ان کے صادق العقیدہ اور راسخ الایمان ہونیکی روشن دلیل ہے جس سال اس رفیق زندگی نے وفات پائی اوس سال کا نام پیغمبر اسلام نے عام الحزن رکھا اور پیغمبر کو اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک اس محسنہ اسلام زوجہ کے استقلال و ثبات قدم اور رسوخ ایمان کی داد دیتے رہے بلا شبہ مصیبت و آفت کے پر آشوب دور میں جناب خدیجہ کی مبارک سیرت کی یہ اعلیٰ مثال پیغمبر اسلام کی نبوت و رسالت کی پوری مصدق اور آپ کی صداقت پر تیز روشنی ڈالتی ہے یہ امر بالکل واضح ہے کہ اگر پیغمبر اسلام کے معلومات کا کچھ بھی تعلق ورقہ سے ہوتا اور ورقہ کے علمی فیوض کو آپنے دنیا کے سامنے سرمایہ نبوت بنا کر پیش کیا ہوتا تو خدیجہ کے دلمیں آپکے مشن کی ہرگز یہ قدر و عزت قائم نہیں ہو سکتی تھی اور ان کے قدم میں یہ استقلال کبھی نہ پیدا ہوتا اور اس مصنوعی اور فرضی نبوت کیلئے جناب خدیجہ ہرگز اسقدر مالی اور جانی قربانیاں نہیں پیش کر سکتی تھیں نیز یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جس کا علم جناب خدیجہ تک محدود رہ جاتا بلکہ آپ کی قوم سی جو آپ کی ہر حرکت و سکون کی پوری نگراں تھی اس راز کا

محفوظ رہنا اور فاش نہونا بالکل ناممکن تھا۔

قرآن اور اہل کتاب علاوہ بریں تاریخ جہاں مشرکین عرب کی مخالفت کا علم بلند کیا وہاں قرآن کا ایک مورچہ اہل کتاب کے مقابل بھی لگا ہوا تھا پیغمبر اسلام تو کیا کوئی معمولی عقل کا شخص بھی یہ کب گوارا کر سکتا تھا کہ اوسی گروہ کی پڑھائی ہوئی مشہور عام باتوں کو خود اوسی مجمع کے سامنے وحی الٰہی بتلا کر پیش کرے عیسائیوں کے دماغ میں یہ بات سما سکتی ہو لیکن دنیا کا کوئی عاقل تو اسکو ایک سکنڈ کیلئے بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ اور اگر بالفرض ایسی فاحش غلطی ہو بھی جاتی تو اوس میں کامیابی کہاں تک ہو سکتی تھی مکہ و مدینہ کے یہود و نصاریٰ کب خاموش رہ سکتے تھے عیسائی مشن کا یہ اعتراض پیغمبر اسلام پر نہیں بلکہ اپنے بزرگوں کی سادہ لوحی اور بھولے پن پر ہے۔

اعتراض میں توسیع اور مزید جواب قرآن مجید کے متعلق جتنے اعتراضات کئے جائیں ہم اون کے جواب میں پوری فراخدلی سے کام لینا چاہتے ہیں ہمارے مذکورہ بالا بیان سے اگرچہ اعتراض کا وزن معلوم ہوگیا اور حقیقت بے نقاب ہو چکی ہی لیکن ہم عیسائی مشن کی ابھی اور کچھ ہمت افزائی کریں گے۔

ہم یہ تسلیم کئے لیتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے شام کے ایک دو نہیں بلکہ بہت سے سفر کئے اور تجارت کیلئے نہیں بلکہ محض تحصیل معلومات ہی کی غرض سے آپ وہاں تشریف لیگئے

اور دو چار روز نہیں بلکہ آپ نے اپنی زندگی کا بہت سا حصہ اہل کتاب کے مرکز دینی شام
ہی میں صرف کر دیا تاکہ یہود و نصاری سے بھی خاص اسی مقصد کیلئے آپ نے زیادہ معاشرت
رکھی اور اون کی صحبت میں بھی کتب مقدسہ کی تعلیمات کو بغور سنا کئے ۔ ورقہ بن نوفل کے
معلومات سے بھی آپ کو ایک دو دفعہ فائدہ حاصل کرنیکا موقع نہیں ملا بلکہ اوسکو ہمیشہ آپ نے
اپنے ساتھ ہی رکھا ۔ بلکہ ان تمام منزلوں سے آگے بڑھکر ہم یہی فرض کئے لیتے ہیں کہ آپ
خود بھی امی نہ تھے اور آپ نہ صرف عربی میں بلکہ عبرانی یونانی سریانی اور ہر زبان میں کتب مقدسہ کا
مطالعہ خود کر سکتے تھے اور آپ نے بائبل کا بکثرت اور بارہا مطالعہ کیا ۔ مگر ان تمام باتوں کے
مان لینے کے باوجود بھی ہمارے مقصد کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا ہمارا دعوی اوسی طرح
اپنی جگہ پر قائم ہے اور مخالفین اسلام کو اپنے اعتراض میں ذرہ برابر کامیابی نہیں ۔

بائبل کا استعفاء

عیسائی مشن بائبل کی جسقدر بھی حمایت کرے لیکن مدعی سست
گواہ چست کیا کیجئے کہ خود کتب مقدسہ تو پیغمبر اسلام کی بعثت سے بھی صدیوں پہلے عیسائی
مشن کی حمایت قبول کرنے سے استعفاء دے چکی ہیں ۔ یہودیت و نصرانیت کے دیوالیہ مذہبی
خزانہ میں اون بے بہا جواہر کا نام بھی نہ تھا جن کی تلاش پیغمبر اسلام کو ہو سکتی اور پیغمبر نے
جن کو اپنے ذاتی خزانہ سے پیش کر کے تمام عالم اور خود یہود و نصاری کی آنکھوں میں ہمیشہ
کیلئے چکاچوند پیدا کر دی ۔ اہل کتاب کے عوام تو کیا اون کے مایہ ناز حاملان علم کی جیبیں

سنگ و خزف کے سوا ان انمول موتیوں سے بالکل خالی ہیں جو اسلام کے پیغمبر نے اپنی جاہل قوم پر نچھاور کر دئے۔

اخذ و اقتباس کا معیار یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ایک وہ کتاب جس کے مضامین کسی دوسری کتاب سے ماخوذ ہوں اور کسی دوسری تصنیف کے اقتباسات سے اوسکو مرتب کیا گیا ہو لازمی طور پر اوس کتاب کے مضامین اپنے ماخذ سے ملتے جلتے ہوں گے اور دونوں کے بیانات الفاظ کے فرق کے سوا نفس مطلب کے لحاظ سے بالکل متحد نظر آئینگے صرف یہی ایک معیار ہے جس کی بنا پر کسی تصنیف کو دوسری سے ماخوذ کہا جا سکتا ہے۔

معیار کی تطبیق قرآن مجید اور بائبل دونوں کو سامنے رکھکر ہم بعض واقعات میں دونوں کتابوں کو متفق البیان ضرور پاتے ہیں لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ہمکو بہت سے بیانات میں انتہا کا اختلاف اور حد درجہ تناقض و تباین نظر آتا ہے۔ اگر بائبل کسی مقام پر رات کہتی ہے تو قرآن اوسکے بالکل برخلاف دن بتلاتا ہے۔

اگر فی الحقیقت قرآن بائبل سے ماخوذ ہوتا تو اوس کا لازمی نتیجہ تھا کہ متفقہ مقامات کے علاوہ اختلافی بیانات میں قرآن مجید راہ صواب سے ہٹکر غلطیوں میں مبتلا ہو جاتا اور بائبل ہمکو صحیح راستہ پر نظر آتی جو مصنف قرآن کی کم علمی کی دلیل ہوتی لیکن ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جن مقامات پر قرآن اور بائبل کا راستہ الگ ہوتا ہے وہاں بائبل تاریکی میں ٹھوکریں کھاتی ہوئی اور قرآن مجید صراط مستقیم پر

گامزن نظر آتا ہی اور اصول درایت و تنقید کے لحاظ سے ہمکو بائبل کا بیان غلط اور قرآنمجید کی روش کو صحیح باور کرنا پڑتا ہی۔

بائبل کے پرستار ہمکو یہ بتلائیں کہ جن مقامات پر بائبل نے غلطیاں کی ہیں وہاں پیغمبر اسلام کو صحیح واقعات کا علم کس ذریعے سے ہوا قرآن مجید کے کتاب اللہ اور اوسکے مضامین کے وحی الٰہی ہونیکا اس سے روشن تر ثبوت اور کیا ہوسکتا ہی بلکہ بائبل کو سامنے رکھنے کے بعد قرآن کا ترجمان وحی ہونا زیادہ روشنی میں آجاتا ہی تعرف الاشیاء باضدادھا

ذیل میں مثالاً ہم مشتے نمونہ از خروارے صرف ایک واقعہ بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کا پیش کرتے ہیں جہاں قرآن اور بائبل میں صریح مخالفت ہی اور قرآن صراط حق پر اور بائبل کجروی کر رہی ہی۔

توریت اور گوسالہ کا واقعہ اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسی پہاڑ سے اوترنے میں دیری کرتا ہی تو وے ہارون کے پاس جمع ہوے اور اوسے کہا کہ اٹھ ہمارے لئے معبود بنا کہ ہمارے آگے چلیں کیونکہ یہ مرد موسی جو ہمیں مصر کے ملک سے نکال لایا ہم نہیں جانتے کہ اوسے کیا ہوا ہارون نے اونھیں کہا کہ زیور سونے کے جو تمھاری جورووں اور تمھارے بیٹوں بیٹیوں کے کانوں میں ہیں توڑ توڑ کر میرے پاس لاؤ چنانچہ سب لوگ سونے کا زیور جو اون کے کانوں میں تھی توڑ توڑ کے ہارون کے پاس لائے اور اوس نے

اون کے ہاتھوں سے لیا اور ایک بچھڑا .... ڈھال کر درست کیا اور اونھوں نے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمھارا معبود ہے جو تمکو مصر کے ملک سے نکال لایا اور جب ہارون نے یہ دیکھا تو اوسکے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور ہارون نے یہ کہہ کے منادی کی کہ کل خدا کیلئے عید ہے اور وہ صبح کو اوٹھے اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گذرانیں اور لوگ کھانے پینے کو بیٹھے اور کھیلنے کو اوٹھے۔

تب خداوند نے موسی کو کہا کہ تو اتر جا کیونکہ تیرے لوگ جنھیں تو مصر کے ملک سے چھڑا لایا خراب ہو گئے ہیں وہ اوس راہ سے جو میں نے اونھیں فرمائی جلد پھر گئے ہیں اونھوں نے اپنے لئے ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا اور اوسے پوجا اور اوسکے لئے قربانی ذبح کرکے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمھارا معبود ہے جو تجھیں مصر کے ملک سے چھڑا لایا

پھر خداوند نے موسی سے کہا کہ میں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ ایک گردنکش قوم ہے اب تو مجھ کو چھوڑ کہ میرا غضب اون پر بھڑکے اور میں اونھیں بھسم کروں اور میں تجھ سے ایک بڑی قوم بناؤں گا ۔ توریت کتاب خروج باب ۳۲ ۔

maablib.org

توریت کا بیان غلط ہونیکے اسباب توریت کا مذکورہ بالا بیان کسقدر باعث حیرت ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک نبی بجائے اسکے کہ اپنی قوم کو راہ راست پر لائے اور اون کو ہدایت کرے خدا کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کرتا تعلیم و ہدایت کی بیخ و بنیاد

پچھاڑ کر شرک و بت پرستی کا سبق پڑھاتا ہی اور خود اپنے ہاتھ سے گوسالہ بنا کر قوم سے اسکے سامنے رسوم عبادت بجا لانے اور پرستش کرنیکے لئے اپیل کرتا ہی۔

نبی بھی وہ عظیم المرتبت نبی جسکو توریت کے بیان کے مطابق خداوند عالم نے تمام بنی اسرائیل میں سے منتخب کر کے اپنی مقدس کاہنی کی عزت دی اور اپنی بارگاہ سے خاص اعزاز و احترام کا مستحق قرار دیا جسکو کبھی جناب موسیٰؑ کی شرکت میں اور کبھی خود تنہا خداوند عالم سے ہمکلام ہونیکا اعلیٰ شرف بھی حاصل تھا۔

مذہبی تاریخ میں جناب ہارون کی اعلیٰ شخصیت کا اپنے برادر شفیق جناب موسیٰ کیساتھ بنی اسرائیل کی اصلاح و ہدایت میں آپ کا شریک کار رہنا اور موجودہ حالت میں جناب موسیٰ کی غیبت میں نیابت موسوی کے فرائض انجام دینے کیلئے بنی اسرائیل میں آپ کی قیادت، ادھر رب العالمین کی طرف سے آپ پر متواتر انعامات و احسانات، اور آسمانی رحمت کا نزول ان تمام باتوں کو سامنے رکھنے کے بعد کسی طرح یقین کیا وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ جناب ہارون اپنی اور اپنے بھائی کی ایک عرصہ کی ڈالی ہوئی بنیادوں کو خود اپنے ہاتھوں یکدم اوکھاڑ پھینکنے اور ایک مدت کی جانکاہ مشقت و عرق ریزی کے نتائج کو اس بیدردی کیساتھ پامال کر دینے کیلئے آمادہ ہو گئے اور اپنے رحیم و کریم خدا کی بارگاہ میں جو ان کو اپنی رحمت و عنایت کا

عہ توریت کتاب احبار باب ۱۱ و ۱۴ و کتاب عدد باب ۱۲ و ۱۴ و ۱۹ عہ توریت کتاب عدد باب ۸

مورد بنائے ہوئے ہیں اسدرجہ مرتبہ معرفت پر فائز ہونیکے باوجود اسکے مرحمت و احسان کا

ذرہ برابر لحاظ نہ کرتے ہوئے ایسی بدترین نافرمانی کیلئے کمربستہ ہوے۔

ہماری اس حیرت کی بالخصوص اسوقت کوئی انتہا نہیں رہتی جب ہم دوسرے

پہلو کو دیکھتے ہیں اور توریت میں ہماری نظر اس مکالمہ پر پڑتی ہے جو خدا اور جناب موسیٰ کے

درمیان عین اسیوقت ہورہا تھا جبکہ بقول توریت جناب ہارون بنی اسرائیل میں گوسالہ

پرستی کی ترویج و اشاعت کر رہے تھے اس مکالمہ میں بھی جناب ہارون ہی کے متعلق خدا

جناب موسیٰ سے یہ کلام کر رہا تھا کہ ہارون کو مقدس کاہن اور امام بنایا جائے اور ہارون

کیلئے بارگاہ قدرت سے مقدس کاہنی کے لباس کی تفصیلا بیان کیجا رہی تھیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ توریت کتاب خروج باب ۲۸ و ۲۹

خدا کو بنی اسرائیل کے گمراہ ہوجانیکی اطلاع ہوئی جناب موسیٰ کو مکالمہ سے قوم کی خبرگیری

کیلئے واپس کیا اسوقت خلاق عالم کے قہر و غضب کی آگ تمام بنی اسرائیل کو جلاکر

خاک سیاہ کردینے کیلئے آمادہ تھی مگر جناب موسیٰ کی سفارش بنی اسرائیل کے حق میں کامیاب

ثابت ہوئی یہ سب کچھ ہوا لیکن قابل صد حیرت کہ جناب ہارون کے دامن پر جو بقول توریت اس

تمام ضلالت و گمراہی کے بانی اور خدائی انتقام کے مستحق تھے آتش قہر و غضب کی ایک چنگاری

بھی اڑکر نہ آئی محبت آمیز لہجہ میں شکوہ تک نہ ہوا بلکہ اسوقت بھی آسمانی رحمت کے مرکز بنے رہے

علم آلہی کا بنی اسرائیل کی گمراہی سے باخبر ہونیکے باوجود گوسالہ کے اصل موجد جناب ہارون کے عمل سے یوں مطلع نہونا ہماری حیرت میں اور اضافہ کردیتا ہے خصوصًا جبکہ ہمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس مقام پر جناب ہارون گوسالہ پرستی کی ترویج و اشاعت کر رہے تھے وہاں سے وہ مقام جہاں حضرت موسیٰ مکالمہ آلہی میں مشغول تھے ایک یا دو میل سے زیادہ فاصلہ پر بھی نہ تھا۔

بفرض محال اگر اوسوقت خدا اور حضرت موسیٰ جناب ہارون کے اس کارنامہ سے واقف نہ تھے اور ناواقفیت میں جناب ہارون کا یہ اعزاز و احترام بارگاہ قدرت سے کیا گیا تاہم اس واقعہ کے گزرجانیکے بعد ہی کچھ ترمیم ہوتی اور یہ عظیم الشان منصب اور عہدے جناب ہارون سے واپس لے لئے جاتے تب بھی ہمکو توریت کے بیان پر یقین کرنیکے لئے کچھ گنجائش تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ گوسالہ پرستی کے واقعہ کے بعد بھی بارگاہ آلہی میں جناب ہارون کا وہی اعزاز و احترام باقی ہے اور اوسکی تجدید ہو رہی ہے۔

واقعہ مذکورہ کے ان تمام پہلوؤں پر نظر کرنے اور اون کے وحشتناک نتائج کو سامنے رکھنے کے بعد دنیا کا کوئی عاقل جو توحید و نبوت پر معرفت کیساتھ ایمان رکھتا ہو کسی طرح توریت کے اس بیان کو صحیح باور نہیں کرسکتا جس میں نہ صرف جناب ہارون پر گوسالہ پرستی کی اشاعت و حمایت کا غلط اور بے بنیاد الزام قائم ہے بلکہ معبود حقیقی کو بھی جہالت و ناواقفیت کے اتہام کیساتھ ایک بانی شرک پر انعام و اکرام جاری رکھنے کی وجہ سے

maaono.org

شرک و بت پرستی کی تائید میں ملوث کرنیکی کوشش کیگئی ہی جس کے دیکھنے سی توحید و نبوت
کی عظمت و جلالت قلب سے مٹ جانیکے بعد شرک ایسے بدترین گناہ کی کوئی اہمیت بھی
نظر میں باقی نہیں رہتی البتہ حامیان بائبل کو یہ عقیدہ مبارک رہے جنکو بائبل کی حمایت
میں بائبل کی اسطرح کی اور اس سے زیادہ ہزاروں وحشتناک تعلیمات کے سامنے سر جھکانا ہے۔

نتیجہ بحث بائبل

اسقدر طولانی بحث کے بعد بھی بفرض محال اگر ہم جناب ہارون کو
ان اتہام سے یقینی طور پر بری نہ تسلیم کر سکیں تاہم اسقدر خلاف دلائل و قرائن کے ہوتے ہوئے
ہم توریت کے بیان کو صحیح بھی نہیں باور کر سکتے البتہ توریت کے اس بیان سے ہمکو اتنا سبق
یقینی طور پر ضرور حاصل ہوا کہ خدا کی نام نہاد (موجودہ توریت) کتاب فریضہ ہدایت
انجام دینے کے بدلے ضلالت میں پیش پیش ہے اور دنیا کو تاریکی میں اسی طرح حیران و سرگرداں
بنا رہی ہے جس طرح بنی اسرائیل کو صحرا میں چھوڑا تھا۔ بائبل کے اسی قسم کے بیانات نے
توحید و نبوت اور معارف روحانیہ کے وحشتناک خط و خال اور بھیانک صورتیں بنا کر بہت کچھ
ناقابل تلافی صدمہ پہنچایا اور اساس ہدایت کو متزلزل بنا دیا توریت نے شرک اور دیگر بد اخلاقیوں کے
ارتکاب اور اشاعت و حمایت کے جو غلط و بے اصل الزامات انبیاء اور مقربین بارگاہ الٰہی کے
دامنوں پر لگائے ہیں انکی پاکیزہ ہستیاں ان الزامات سے یقیناً بری ہیں لیکن نوع انسان
کی بہترین ہستیوں کو ان ذلیل اخلاق کیساتھ انسان کے سامنے پیش کرکے عوام الناس

ہیں بدکاری کی جرأت و جسارت اور ارتکاب معاصی کا جذبہ پیدا کرانے اور اسطرح

اخلاق رذیلہ کو عالم میں رواج دینے کا علمبردار بائیبل کو ہم اپنی آنکھوں سے

دیکھتے ہیں (کیا خدائی کتابوں کی یہی شان ہوتی ہے؟)

قرآن اور گوسالہ کا واقعہ اب ذرا قرآن مجید کو بھی ایک مرتبہ نظر غور سے ملاحظہ

کیجئے قرآن نے بھی بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کے واقعہ کو بیان کیا ہے لیکن اسطرح

کہ اصول درایت کے لحاظ سے قرآن کے بیان کا ایک نقطہ بھی قابل انکار نہیں ہے بلکہ

قرآنی آیات کے مطالعے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ بیان کرنیوالا اپنا ذاتی مشاہدہ پیش

کر رہا ہے قرآن مجید نے جناب ہارون کے دامن عصمت کو گوسالہ پرستی کی نجاست سے

اسی طرح پاک و صاف دکھلایا ہے جیسا کہ ایک نبی کے شایان شان ہے اور جس طرح

ہر موقع پر امت کی ہدایت ایک نبی کے پیش نظر ہونا چاہیئے اگر بنی اسرائیل کی

گوسالہ پرستی کے موقع پر جناب ہارون کو منصب نبوت پر فریضہ ہدایت ادا کرتے ہوئے

دیکھنا ہے تو وہ صرف قرآن ہی پیش کر سکتا ہے۔

قال فانا قد فتنا قومک من	خداوند عالم نے فرمایا کہ ہمنے تمہارے آنے کے بعد
بعدک واضلہم السامری	تمہاری قوم کا امتحان لیا اور سامری نے انکو
فرجع موسی الی قومہ غضبان اسفاہ	گمراہ کر دیا یہ سنکر حضرت موسیٰ غصہ میں بھرے

قَالَ یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْکُمْ رَبُّکُمْ وَعْدًا
حَسَنًا اَفَطَالَ عَلَیْکُمُ الْعَهْدُ اَمْ
اَرَدْتُّمْ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبٌ
مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ ٥
قَالُوْا مَا اَخْلَفْنَا مَوْعِدَکَ بِمَلْکِنَا
وَلٰکِنَّا حُمِّلْنَا اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَةِ
الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَکَذٰلِکَ اَلْقَی
السَّامِرِیُّ ٥ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ
خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُکُمْ وَاِلٰهُ
مُوْسٰی فَنَسِیَ ٥ اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ
اِلَیْهِمْ قَوْلًا ٥ وَّلَا یَمْلِکُ لَهُمْ
ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ٥ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ
هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ
وَاِنَّ رَبَّکُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ
وَاَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ ٥ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْهِ

اور پچھتاتے ہوئے اپنی قوم کی طرف پلٹے اور
کہا کہ اے قوم کیا تمسے تمہارے پروردگار نے
اچھا وعدہ نہیں کیا تھا کیا وعدہ کی مدت زیادہ
گذر چکی تھی یا تمنے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے
پروردگار کا غضب ٹوٹ پڑے کہ تمنے میرے
وعدہ کے خلاف کیا انھوں نے کہا کہ ہم نے
خود اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کیا لیکن قوم
کے زیورات کے جو بوجھ (مصر سے نکلتے وقت)
ہم پر لادے گئے تھے انکو ہم نے آگ میں ڈالدیا
اور اسیطرح سامری نے بھی ڈالدیا پھر سامری نے
ایک بچھڑے کی سی صورت بنائی جسکی آواز بھی
بچھڑے کی سی تھی اسپر انھوں نے کہا کہ یہ تمہارا
اور موسی کا خدا ہے مگر وہ بھول گیا ہے بھلا ان کو
اتنا نہیں سوجھتا کہ نہ تو یہ بچھڑا پلٹ کر ان کو
کچھ جواب دیتا ہے اور نہ انکے کسی نفع نقصان کا مالک ہے

عاکفین حتی یرجع الینا موسی ۵
قال یا ہارون ما منعک اذ رأیتہم
ضلوا الا تتبعن افعصیت امری
قال یا ابن ام لا تاخذ بلحیتی ولا
براسی انی خشیت ان تقول
فرقت بین بنی اسرائیل ولم
ترقب قولی (سورہ طہ)

اور ہارون نے انہیں پہلے ہی کہا تھا کہ اس کے ذریعہ سے تمہارا امتحان لیا جا رہا ہے اور بیشک تمہارا پروردگار رحمن ہے پس تم میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو انہوں نے کہا کہ موسی جبتک ہمارے پاس پلٹ کر نہ آئینگے ہم تو برابر اسی کی پرستش کرتے رہینگے حضرت موسی نے کہا اے ہارون تم نے جب انکو گمراہ ہوتے دیکھ لیا تھا تو تمکو میری پیروی کرنے سے کس نے روکا تھا کیا تمنے بھی میری نافرمانی کی ہارون نے کہا اے میری ماں جائے میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑیئے مجھکو یہ ڈر تھا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ تمنے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈالدی اور میری بات کا خیال بھی نہ کیا۔

قریب قریب انہیں الفاظ میں اس واقعہ کا سورہ اعراف میں بھی ذکر ہے۔

قرآن کا صدق بیان

قرآن مجید حضرت ہارون کو گوسالہ سازی کے الزام سے بری کرتے ہوئے سامری کو گوسالہ کا موجد بتلاتا ہے حامیان بائیبل توریت کے بیانکی حمایت میں مستشرق دانشوروں کی صدائیں بلند کرتے ہیں اور قرآن کے بیان کو غلط ثابت کرنیکے لئے کہتے ہیں کہ سامری درحقیقت کسی شخص کا نام نہیں بلکہ شہر سامرہ کے رہنے والے کو

اس شہر کی نسبت سے سامری کہتے ہیں شہر سامرہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ نے جس کا نام "عمری" تھا جناب سلیمان کے تقریباً پچاس برس بعد بسایا تھا لہذا گوسالہ کے واقعہ کے تخمیناً ۵۷۰ برس بعد شہر سامرہ کی بنیاد پڑی شہر کے آباد ہونے سے ۵۷۰ برس پہلے حضرت موسیٰ کے زمانہ میں کہاں سے کوئی سامری گوسالہ بنانے کیلئے پیدا ہو گیا۔

عیسائیوں کا یہ اعتراض ظاہر فریب ضرور ہے لیکن معلوم نہیں کہ یہ تمسخر قرآن کیساتھ ہے یا اپنی جہالت و ناواقفیت پر یہی وہ مقامات ہیں جہاں قرآن کی عمیق النظری پر سجدہ کرنا پڑتا ہے اور قرآن کی تحقیق و تدقیق کے انمول جواہر کے سامنے آنکھیں چکا چوند ہونے لگتی ہیں قرآن مجید نے جو شخص سامری گوسالہ کا موجد بتلایا ہے وہ شہر سامرہ کا رہنے والا کوئی شخص نہیں ہے بلکہ درحقیقت شمرون بن یساکر ابن یعقوب کی نسل میں سے ایک شخص ہے چنانچہ کتاب پیدائش باب ۴۶ آیت ۱۳ میں اس شمرون کا ذکر موجود ہے اور توریت کتاب عدد باب ۲۶ آیت ۲۳ میں یہ ذکر موجود ہے کہ شمرونی لوگ یعنی شمرون بن یساکر کی اولاد حضرت موسیٰ کیساتھ تھی جسکی تعداد ہزاروں تک ہو پہنچی تھی جس سامری کا قرآن میں ذکر ہے وہ درحقیقت شمرونی ہے لفظ "سامری" لفظ "شمرونی" کا معرب ہے، چنانچہ شہر "سامرہ" جس کا سابقاً ذکر ہوا ہے عربی میں تو اس کو "سامرہ" کہتے ہیں لیکن توریت کی اصل عبرانی زبان میں اسکو "شمرون" کہا جاتا ہے اسی طرح یونانی انگریزی فرانسیسی

تراجم میں بلکہ عربی و فارسی تراجم کے علاوہ قریب قریب جملہ زبانوں کے تراجم میں
اس شہر کا نام جو سلاطین اول و دوم اور کتاب شعیا و ارمیا و عاموس و میخا و عزرا و نحمیا
میں ساٹھ مقام سے زیادہ استعمال ہوا ہے "شمرون" ہی لکھا ہے اسیطرح انجیل لوقا انجیل
یوحنا اور اعمال الرسل میں "سامری" "سامریہ" "سامریین" کے الفاظ تقریباً نو جگہ استعمال
ہوئے ہیں اور عربی فارسی کے علاوہ تمام زبانوں کے تراجم میں لفظ "شمرونی" وغیرہ لکھا ہے
جسکے بعد لفظ "سامری" کا "شمرونی" کا معرب ہونا بلا اشکال واضح اور گوسالہ کے واقعہ
میں قرآن کی اچھوتی تحقیق نہایت درجہ مستحق تحسین اور توریت کا بیان قابل افسوس
ثابت ہوتا ہے۔

حکماء کیلئے قرآن کا اعجازی پہلو اگر خواص زمانہ اور عقلا اور اہل حکمت کے سامنے
کوئی مدعی دعوت نبوت پیش کرے تو وہ سب سے پہلے اوسکے اخلاقیات کا مطالعہ
کرتے ہیں اور اوسکے تمام حرکات و سکنات کو محک اخلاق پر کس کے جانچتے ہیں اسیطرح
اوسکے کلام پر عمیق نظر ڈالتے ہیں کہ وہ کسقدر حکیمانہ اور کس پیمانہ پر اسرار حکمت کا جامع
اور یہ تمام باتیں جو غیر معمولی قوت نفس اور بلند مرتبہ روحانیت کا آئینہ ہیں اون کیلئے
اوس نبی کی مستثنیٰ شخصیت کی پوری شہادت قرار پاتی ہیں متکلمین اسلام نے بھی اس
مطلب کو بحث معجزہ میں ان الفاظ میں ادا کیا ہے و الخواص للفواید لطبع والعوام

للفعلیہ۔ بہر حال قرآن مجید اس گروہ کے جملہ سوالات کے تشفی بخش جوابات دینے کی پوری ذمہ داری اپنے متعلق لیتا ہے اور پیغمبر اسلام کی صداقت اور حقانیت کا پورا ثبوت اس مجمع کے سامنے پیش کرنے کیلئے ہر وقت آمادہ و مستعد ہے۔

جس وقت تک خاتم النبیین دنیا میں موجود تھے ہر شخص کو بذات خود ان کے اخلاق کے مطالعہ کرنیکا موقع حاصل تھا چنانچہ دنیا نے خدا کے اس بھیجے ہوئے رسول کے اخلاق کو جو درحقیقت پروردگار عالم کی طرف سے مکارم اخلاق کا مجسمہ اور اخلاق الٰہی کا کامل نمونہ بنکر اور انک لعلیٰ خلق عظیم کی سند لیکر آیا تھا خوب خوب جانچا اور بلا شبہ اس خلق عظیم نے اخلاق کے حیرت انگیز کرشمے دکھلا کر تبلیغ میں نمایاں کامیابی حاصل کی لیکن آج پیغمبر اسلام دنیا میں موجود نہیں تو قرآن مجید اس خدمت کو انجام دے رہا ہے اور پیغمبر اسلام کے مکارم اخلاق کا نقشہ عالم کے سامنے پیش کرتا ہے۔ قرآن مجید دو حیثیتوں سے آپکے اخلاق پر روشنی ڈالتا ہے۔

قرآن مکمل اخلاقی دستور العمل ہے ایک یہ کہ وہ آنحضرت کا جاری کیا ہوا اخلاق کا ایک بے نظیر اور مکمل دستور العمل ہے جو انسان کی شخصی، نوعی، منزلی، مادی، غرض انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر روشنی ڈالتا ہوا انسانی حیات کو ہر پہلو سے مکمل بنانیوالا اور انسان کو اسکی زندگی کے ہر شعبہ میں اخلاق کی اعلیٰ معراج پر پہونچا دینے والا اور انسان کی مادی و روحانی

ہر ترقی کا پورا ذمہ دار ہے جس کا مثل و نظیر دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے جو شخص ایسے دستور العمل کو
جاری کرے اور دنیا کو اوس پر عمل پیرا بنانے کیلئے اپنی ساری جد و جہد صرف کر دے وہ خود اخلاق
کا کسقدر حامی و مربی تھا اور بغیر اسکے کہ وہ اپنے کو اس دستور العمل کا اعلیٰ عملی نمونہ بنا کر پیش کرے وہ دوسروں
سے کس طرح اوسکی عملی تائید حاصل کر سکتا تھا۔

قرآن اخلاق محمدیؐ کی تاریخ ہے دوسرے یہ کہ قرآن مجید اخلاق محمدی کی ایک
تاریخ بھی ہے اور ایسی معتبر تاریخ جس کا نظیر تاریخی حیثیت سے صفحہ عالم پر دوسرا ناممکن ہے
جسکے ہر ہر حرف اور نقطہ نقطہ کو اوسکی اصلی حالت پر محفوظ رکھا تیرہ سو برس سے آجتک
ہر قرن اور ہر صدی میں دنیا کے کروڑہا انسانوں کا سرمایہ حیات رہا ہے۔

آنحضرت کا استغنا طبیعت، زہد و ورع، امانت و دیانت صفائے باطن اور
سچائی، آپ کی سادہ زندگی، طاعت و عبادت، جرأت و شجاعت، استقلال اور ثبات
قدم، رحمدلی اور سخاوت، اپنے اہل و عیال اور متعلقین کیساتھ آپ کا طرز عمل آپ کی
خانگی زندگی اپنے خاندان اور قبیلہ سے آپ کی روش، اپنے متبعین سے آپ کا طریق معاشرت
دشمنوں کیساتھ عفو و چشم پوشی اور فراخدلی، اغیار کیساتھ اخلاقی برتاؤ، تمام بنی نوع انسان
کا جذبہ ہمدردی اگر آپ کی ذات عالی صفات میں یہ تمام مناظر دیکھنے ہوں تو قرآن مجید
جو تاریخی نقطہ نظر سے بلا شبہ ایک مخالف اسلام کیلئے بھی قابل اعتماد ہے آپکے پیش مطالعہ

ادا کرنیکے لئے تیار ہے اور آپ کو کسی دوسری ذریعہ سے استمداد کی ضرورت نہیں ۔

قرآن مجید خزینہ حکمت ہے رہا کلام کا حکیمانہ ہونا تو آنحضرت نے جو کلام دنیا کے سامنے
پیش کیا وہ قرآن مجید ہی ہی جو اسقدر حکیمانہ ہی کہ اوسکی نظیر ازل سے لیکر ابد تک ناممکن ہے
موجودات عالم کا بقدر طاقت بشریہ جاننا اصطلاحاً حکمت کہلاتا ہی یہ تعریف اوس
حکمت کی ہی جس کو حاصل کرکے انسان حکیم بن جاتا ہی لیکن حکمت قرآنی کا پیمانہ اس سے
بلند و برتر ہی اور اس کا دائرہ طاقت بشریہ میں محدود نہیں ہی بلکہ چونکہ وہ حکیم علی الاطلاق
کی بنائی کتاب ہے اسلیے اوسکی حکمت بھی علی الاطلاق ہی اور اس نے اپنی حکیمانہ حیثیت
کو بلا کسی قید کے اس طرح بتلایا ہی ۔

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین ۔ کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جو اس کتاب روشن کے اندر موجود نہو ۔

خواہ کوئی شے احاطہ بشری میں ہو یا نہو اور خواہ اون موجودات تک رسائی
امکان بشری میں ہو یا نہو لیکن قرآن مجید اون سب کا جامع اور سب پر حاوی ہی ۔

تاریخ عالم میں مسلمانوں کا علمی کمال ایک ناقابل انکار حقیقت ہی دنیا اسلام
اور مسلمین کو علوم و فنون کا خزینہ دار اور تمدن و تہذیب کا علمبردار تسلیم کرنے پر مجبور ہی
مسلمانوں کو جو کچھ فیضان حاصل ہوا وہ سب کچھ اسی چشمہ حکمت کا عطیہ تھا

maablib.org

اور ہمیشہ ہر مسلمان ہر علم اور ہر فن میں قرآن مجید سے اسی طرح تمسک اور فیضیاب
ہوتا رہا جس طرح انکے مذہبی اور دینی معاملات میں جس کی روشن شہادت مسلمانوں کی
مختلف علوم و فنون کی بیش بہا تصانیف ہیں جو از سرتا پا قرآنی رنگ میں ڈوبی ہوئی
بہ بانگ دہل عالم میں قرآن کے سرچشمہ حکمت ہونیکا اعلان کر رہی ہیں۔

آج عالم میں تمدن و تہذیب کا دور دورہ ہے عصر موجود روشنی کا زمانہ کہلاتا ہے
دنیا ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے آئے دن نئے نئے علوم و فنون ہمارے سامنے آ رہے ہیں
لیکن عالم میں علوم و فنون اور حکمت کا مستثنی ذخیرہ صرف ایک قرآن مجید ہے جو چودہ صدی
کے بعد آج بھی ہر علم و فن میں اپنے کو دنیا کا پیشرو اور امام ثابت کر رہا ہے۔

جغرافیہ ہندسہ سائنس کے تمام شعبے علم طبقات الارض علم جمادات علم نباتات علم حیوانات
علم طبعیات، علم اقتصادیات، علم جر ثقیل علم ہیئت علم تشریح علم افعال الاعضاء،
علم جراحی علم طب علوم السنہ تہذیب اخلاق تدبیر منزل سیاست مدن منطق و فلسفہ
اسی طرح تمام علوم روحانیہ توحید نبوت معاد غرض ترقی یافتہ دنیا کے علوم و فنون کا نایاب
خزانہ صرف ایک قرآن مجید ہے جو ہر علم کے بہترین ماہر کیلئے اور اسکے مخصوص فن میں مشعل
ہدایت بنکر رہنمائی کرتا ہے۔ اور جس طرح گذشتہ تاریخ میں اور آج ہم قرآن مجید کو دنیا کی
ترقیوں کی منزلوں آگے دیکھتے رہے اور دیکھ رہے ہیں اسی طرح دنیا جتنی ترقی کرتی جائیگی

قرآن مجید کی اگلی منزلیں روشنی میں آتی رہیں گی۔

قرآن کا مقابلہ حکمت کیلئے عام اعلان | قرآن مجید نے تمام جن وانس کو اپنے مقابلہ کیلئے دعوت دی ہے اور اسکی اہم بنیاد یہی ہے کہ قرآن نے اپنی حکمت کے مقابلہ کا عالم کو چیلنج دیا ہے فصاحت وبلاغت کے متعلق تو دنیا کو یہ کہنے کی گنجائش ہو سکتی تھی کہ یہ مقابلہ تو صرف اہل عرب کیساتھ مخصوص ہے بلاغت کے مقابلہ کے میدان میں اہل عرب کے ساتھ تمام جن وانس وہی مثال رکھتے ہیں جو ایک لشکر سلاح پوش کیساتھ نہتے سپاہی لہذا قرآن مجید نے عمومی مقابلہ کیلئے ایک شئی ایسی تجویز کر دی جس میں ہر ملک ہر قوم اور ہر زبان کے لوگ بلا خصوصیت برابر حصہ لے سکیں اور وہ چیز حکمت ہے جو تمام عالم میں مشترک ہے اور اسکو کسی زبان سے کوئی خاص علاقہ نہیں ہے اسی موجہ پر قرآن مجید تمام عالم کے مقابلہ میں ہل من معارض اور ہل من مبارز کی صدائیں بلند کر رہا ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن	کہدو اے رسول کہ اگر تمام جن وانس اس
علی ان یاتوا بمثل ھذا القران	قرآن کا مثل لانے پر تل جائیں تو بھی نہیں
لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم	لا سکتے اگرچہ ایک دوسرے کا دست و بازو
لبعض ظھیرا۔ ۵	بن جائے۔

تیسری حکمت

تعلیمات کی حفاظت

معجزۂ قرآن میں ایک راز حکمت یہ بھی مضمر ہے کہ قرآن مجید کا اعجاز تعلیمات اسلام کا زبردست محافظ اور اون کے بقار کا پورا ذمہ دار ہے۔ امم سابقہ میں خلاق عالم نے جسقدر بھی کتابیں اور آسمانی صحیفے نازل فرمائے وہ سب امتداد ایام اور انقلابات زمانہ کیوجہ سے یا تو صفحہ ہستی سے بالکل ہی نیست و نابود ہو گئے یا کم از کم اون میں اسقدر تغیرات اور تحریفات عمل میں آئے کہ وہ اصل کتاب اور اصل صحیفہ سے بدرجہ مختلف اور اگر بالکل معدوم نہیں تو کم از کم کالعدم ضرور ہو گئے۔

گذشتہ تعلیمات کا فقدان اور اوسکے اسباب

وجہ یہ ہوئی کہ اون امتوں نے صرف اون کتابوں کی روح یعنی محض تعلیمات کو باقی رکھنا چاہا اور اسی کی بقار کو اپنی اصلاح کیلئے ضروری اور کافی تصور کیا اسی بنا پر کہیں تراجم ہی پر اکتفا کی گئی اور کہیں نفس مطلب کے روایات پر غرض جتنے دماغ اوتنی ہی رائیں جتنے قلم اوتنی ہی تحریریں جتنی زبانیں اوتنی ہی باتیں جب اصل شی سے پورا تمسک نہ رہا تو اب ہر شخص کے دماغ اور قلم و زبان کو اون تعلیمات میں پوری مداخلت حاصل ہو گئی مترجمین نے ترجمے کئے ہر مترجم کا فہم ایک دوسرے سے مختلف ہوا ایک نے اپنے فہم کے مطابق ترجمہ کیا جس کا

فطری اور بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ سب تراجم آپس میں مختلف رہے۔ تراجم کا مطالعہ کرنیوالوں نے مترجمین کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کو ترجمان وحی سمجھا ترجمہ ہی حسن عقیدت نے اصل کتاب کیطرف رخ ہونے نہ دیا ترجموں ہی پر دماغی قابلیت صرف کی اور مختلف دماغوں نے مختلف نتائج پیدا کر دیئے اور کہاں کی بات کہاں سے کہاں پہونچ گئی اسیطرح کتاب کے مطالعہ سے ایک شخص کی سمجھ میں ایک مطلب آیا اوس نے اوس مطلب کو اپنے الفاظ میں دوسرے سے بیان کیا اوس نے پھر اوس مطلب کو اپنے الفاظ میں اوروں سے نقل کیا اسی طرح ہر ناقل کو نفس مطلب بیان کر دینے کی فکر رہی اور ہر بیان کرنیوالے کے پاس پہونچکر روایت کے الفاظ اور عنوان تعبیر بدلتے رہے کچھ تو الفاظ روایت کے تغیر اور عنوان تعبیر کے اختلاف کیوجہ سے نفس مطلب میں بھی تغیر ہونا ضروری تھا اسکے ماسوا راوی نے کچھ بیان کیا اور سامع نے مطلب کچھ سمجھا مطلب سے مطلب ہا عنوان الفاظ سے تمسک رکھنے کی کوئی ضرورت محسوس نہوئی غرض نتیجہ یہ ہوا کہ اصل کتاب تو کس مپرسی کا شکار ہوئی اور اصل مطلب کچھ مترجمین کی کجروی اور کچھ سمجھنے والوں کے سوء دماغ اور کچھ راویوں کے اختلاف بیان اور کچھ سامعین کے قصور فہم کی نذر ہو گیا پھر مخربین مذہب اور دشمنان دین ایسے مواقع کو کیا کچھ غنیمت نہ سمجھتے اون کو ایسے موافق حالات میں جو کچھ کرنا چاہیے تھا اور کر گذرے وہ سب کچھ اسکے ماسوا تھا غرض کتاب بھی ندارد ہوئی اور نفس

مطلب بھی غائب ہوگیا اصلی اور خالص تعلیمات کا سرے سے خاتمہ ہوگیا اور ربانی مذہب میں لوگوں کے دماغی افکار بہت کچھ مخلوط ہو گئے۔ روح کو باقی رکھنا چاہا تھا لیکن یہ سمجھے روح تعلیمات صرف انہی اصلی ہیکلوں میں ہی زندہ رہ سکتی ہے اور جسم کتابی کی حفاظت عین روح کی حفاظت ہے اور اسی کی حفاظت میں بقاء روح منحصر ہے۔ خداوند عالم کے عطا کردہ خزانوں کے جواہر کو محفوظ رکھنا چاہا لیکن یہ خیال نہ آیا کہ یہ بے بہا جواہر زبان قدرت کے نکلے ہوئے الفاظ کے مقفل صندوقوں کے بغیر محفوظ نہیں رہ سکتے۔ آسمان پر رہنے والی چیز دل کو زمین پر رہنے کی عادت کب ہے۔ خیمہ حکمت کے بنے ہوئے عرش کے کنگروں کے بیٹھنے والے لوح محفوظ پر آشیانہ بنانے والے بلند پرواز طائر بھلا مادی دماغ کے کمزور زنجیروں میں کب ٹھہرتے اور کب ایک دم قرار لیتے ہیں۔

مرض قدیم کا علاج امراض کے معالج آئے مگر اس مرض کا کوئی علاج ساتھ لیکر نہ آئے لیکن ہاں آخری مسیحا نے اس لاعلاج مرض کا بھی مکمل علاج کر دیا اور آکر کے ساتھ ہی ان تعلیمات کیلئے حیات جاودانی کا بھی ایک نسخہ ساتھ لیتا آیا اور اب قیامت تک کیلئے اس مرض کے دوبارہ عود کرنے کا اندیشہ ہی باقی نہ رہا۔ خدائی تعلیمات آپکو ہمیشہ اپنی اصلی صورت اور اپنی اصلی طاقت پر نظر آئینگی اور ان میں کبھی ضعف و اضمحلال اور اختلاط و اختلاف محسوس نہ ہوگا۔ اس آخری آنیوالے نے تعلیمات قرآنی کی جڑوں میں اعجاز کا ایسا

چشمہ بہا دیا ہے جو کبھی خشک نہ ہوگا اور ابد تک حقیقی تعلیمات کو ہر دم تازہ اور سدا

رکھے گا۔

اعجاز قرآن کی بدولت تعلیمات محفوظ ہوگئیں

تعلیمات ربانی خرق عادت

زرہ بکتر اور اعجازی حصار میں محصور ہو کر اب ہمیشہ کیلئے محفوظ و مصئون اور قیامت تک

آنیوالی افراد کے سامنے اپنی فطری صورت اور اصلی لباس میں آنیکی ذمہ دار ہو گئیں لا یا

الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ

اب دروازہ پوری طرح مقفل و مسدود ہو گیا الٰہی تعلیمات پر اعجازی حصا

کر دی اب انسانی افکار خدائی دین اور ربانی مذہب کیساتھ کسی طرح شامل اور مخلوط نہیں ہو سک

اب اگر کوئی باہمت خدائی کتاب میں اپنی جانب سے کوئی ترمیم یا اضافہ کرنا چاہے تو اس

لازم ہے کہ پہلے اپنے کلام میں زور اعجاز پیدا کرے۔ ایسی ہی رجسٹری شدہ عبارت

اور پھر اس جرات کیلئے آمادہ ہو اور اگر کوئی شخص قرآن کے علاوہ اسلامی تعلی

متعلق کسی ہادی دین اسلام سے کوئی روایت نقل کرے تو اس رجسٹری شدہ دستا

اور اسکو دیکھکر جانچ لو قرآنی کسوٹی پر کس لو اگر کھری ہو تو سمجھ لو کہ واقعی ہادی اسلا

ارشاد اور فی الحقیقت خدائی تعلیم ہے ورنہ غلط اور افتراء محض آخری امت کو معا

قرآن کی حفاظت کو ابقاء تعلیمات کی جہت سے ضروری ہوئی اور عیوب الفاظ

باقی رکھنے کی لاج یوں پڑگئی کہ اون تعلیمات کی صداقت وحقانیت اور اون کے منزل من اللہ ہونیکا ثبوت الفاظ قرآن پر منحصر ہی نبوت محمدیہ کی اس زبردست طاقت اور قرآن مجید کی اس بینظیر شان کا مطالعہ کیجیے کہ دلیل و مدلول اور دعوی اور ثبوت میں قدم قدم پر چولی دامن کا ساتھ اور آفتاب و نور کا تلازم ہی قرآن میں آپ کوئی جگہ ایسی نہیں پائینگے جسمیں دعوی ہی استدلال کچھ پیچھے ہٹتا نظر آئے اور درمیان میں بال برابر فرق ہو جائے گویا کہ اسلامی تعلیمات یدقدرت کی بنائی ہوئی ایک پختہ طولانی دیوار ہیں جس پر لگاتار اعجاز کا مضبوط و مستحکم پشتہ چڑھتا چلا گیا ہی تعلیمات قرآنی میں سی آپ جس تعلیم کا بھی مطالعہ کریں جہاں اوس کے الفاظ آپ کو معانی سے روشناس کرائینگے اوسی کے ساتھ ساتھ اپنے زور اعجاز سے معنی کی حقانیت بھی آپ کے ذہن نشین کرتے چلے جائینگے۔

حفاظت قرآن کے تائیدی اسباب خلاق عالم نے ایکطرف تو اعجاز کے ذریعہ سے تعلیمات اسلام کے اصلی صورت پر باقی رکھنے کا مستحکم انتظام کر دیا اور اس بنا پر اہل اسلام قرآن کو بلفظہ محفوظ رکھنے کیلئے مجبور ہو گئے اسکے ماسوا تائیدی طور پر حفاظت کے کچھ اور بھی دواعی و اسباب فراہم کر دئے

پہلا تائیدی سبب یہ ہوا کہ اسلام نے تلاوت قرآن کا ثواب مقرر فرمایا اور قرآن فہمی کی ترغیب دینے کیلئے معنی و مطلب شناس تلاوت کرنیوالوں کیلئے ثواب کی اعلی منزل قرار دی جو

معنی سے ناآشنا ہیں صرف الفاظ ہی زبان پر جاری کریں اور جو لوگ محض عبارت پڑھنے سے بھی
قاصر ہیں وہ کم از کم الفاظ اور سطروں پر نظر ہی ڈال لیا کریں اور ورق گردانی ہی کر لیں تو مستحق
ثواب ہیں۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ جاہل سے جاہل مسلمان بھی کبھی اور کسیوقت کتاب منزل من اللہ سے
بے تعلق ہونے نہ پائے اور اسکی نگرانی میں اپنی طاقت بھر کم از کم دن میں ایکمرتبہ تو ضرور ہی شریک ہوجائے۔
قرآن مجید کا حفظ کرنا باعث ثواب قرار دیا تاکہ اگر بالفرض خدا کی کتاب کسیوقت
کتابی صورت میں موجود نہو یا کسی مقام پر اتفاقی طور سے نہ پائی جائے تب بھی حافظ انسانی
میں خدائی تعلیمات اپنی اصلی صورت پر ضرور موجود ہوں پھر حفاظ کیلئے بھی تلاوت
کیوقت کتاب میں دیکھکر پڑھنے کا ثواب زیادہ اور المضاعف قرار دیا تلاوت کا ثواب
جداگانہ اور نظر کرنیکا ثواب علیحدہ تاکہ ایک مسلمان کا کتاب اللہ سے جسقدر بھی گہرے سے گہرا
تعلق ہو سکے باقی رہے چنانچہ عالم کو تسلیم ہے اور ماننا پڑتا ہے کہ قرآن مجید کی مثل آج دنیا
میں کسی کتاب کی حفاظت نہیں کیجاتی اور جتنی کہ تلاوت قرآن مجید کی کیجاتی ہے اوسکی
مثل دنیا کی کوئی کتاب نہیں پڑھی جاتی۔

دوسرا تائیدی سبب جو باصلہ اور بلفظہ قرآن مجید کے محفوظ رکھے جانے کے دواعی
میں ہے وہ قرآن نے یہ بتلایا کہ خداوند عالم نے جس طرح موجودات فطری میں ہر شے کی ایک
مخصوص خاصیت رکھی ہے اور ہر چیز ایک مخصوص مصلحت اور منفعت کی متکفل ہے بالکل اسیطرح

قرآن مجید کی یہ کتابی صورت بھی عالم فطرت کا ایک مختصر نمونہ ہے یہ تمھارے لئے صرف
امراض روحانی ہی کا علاج نہیں بلکہ اسکے آیات و الفاظ اپنے مخصوص خواص رکھتے
ہیں اور ہر آیت میں کچھ مخصوص منافع رکھے گئے ہیں کوئی آیت درد سر کا علاج ہے کوئی
دافع بخار ہے کوئی دق کی دوا ہے کوئی کسی مرض میں کام آتی ہے اور کوئی کسی حالت میں
شفا ہے ایک آیت کوئی دنیاوی غرض پوری کرتی ہے دوسری آیت دوسری ضرورت میں
فائدہ بخش ہے غرض موجودات فطرت میں جتنی تمھاری منفعت کی چیزیں موجود ہیں وہ سب کچھ
اس مختصر کتاب میں جمع ہیں ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین *
غرض حالات عالم میں اس کتاب کو مداخلت تام حاصل ہے یہ قرآن فی الحقیقت
تمھارے ہاتھ میں حالات و واقعات میں تبدیلی پیدا کرنے کیلئے ایک کنجی ہے لو ان قرانا
سیرت بہ الجبال و قطعت بہ الارض و کلم بہ الموتی۔ اس قرآن کے الفاظ میں
طاقت ہے کہ پہاڑ ٹل جائیں اور زمین سمٹ جائے اور اسی قرآن کی حکمت کا ادنی کرشمہ ہے
کہ مردے بولتے نظر آئیں ہاں استعمال کرنیوالے کیلئے حسن عقیدت اور صفاء باطن کا نایاب
جوہر درکار ہے۔

اعجاز قرآن کا ایک اور کرشمہ اعجاز قرآن نے جہاں تعلیمات کے اصلی صورت پر
محفوظ رکھنے کا فریضہ اپنے ذمہ لیا وہی کیساتھ ساتھ کلمہ گویان اسلام کی نصرت اور انکی

بقار کی حفاظت میں بھی بہت بڑا حصہ لیا اعجاز قرآن کا یہ بھی ایک کرشمہ ہے کہ بقار قرآن
کیساتھ عربی زبان بھی ہمیشہ کیلئے زندہ اور محفوظ ہوگئی اور اب کوئی وقت ایسا آنا ممکن
نہیں کہ قرآن ایسا عربی کا بے نظیر و بے مثال لٹریچر عالم میں موجود ہو اور عربی زبان دنیا
میں موجود نہ ہو اس اعجاز نے مسلمین کے درمیان عربی زبان کے ذریعہ سے نہایت مستحکم رشتہ
اتحاد قائم کردیا کسی گروہ میں باہمی اخوت اور اتحاد قائم ہونیکے لئے ضروری ہے کہ باہمی تفہیم و
تفہم کا کوئی ذریعہ موجود ہو تاکہ جانبین سے اظہار مافی الضمیر ممکن ہو اور ایک دوسرے کے حالات سے
باخبر رہے اور آپس میں تبادلہ خیال ہوسکے۔

اسلام نے جہاں اتحاد بین المسلمین کے اور زبردست اصول قائم کئے اسی سلسلہ میں
اپنے لئے ایک زبان مخصوص کرکے اتحاد کی ایک زبردست اور غیر متزلزل بنیاد ڈالدی اب اسلامی
افراد خواہ عالم کے کسی گوشہ میں پہنچ جائیں لیکن وہ آن واحد کیلئے بھی عربی زبان سے
بے نیاز نہیں ہوسکتے اسلام نے زبان عربی کی احتیاج کا قلادہ ہر فرد اسلامی کی گردن میں
ڈالدیا مگر ساتھ ساتھ یہ بھی اطمینان دلادیا کہ زبان عربی کا وجود وجود اسلام کیساتھ توام ہے
یہ زبان ہمیشہ کیلئے نہ مٹنے والی زبان ہے اس زبان کی تحصیل اور اسکے احیاء و تجدید میں
تمھاری کوئی سعی و کوشش کبھی رائیگاں نہیں جاسکتی۔

عالم میں مختلف زبانوں کو ترقی و عروج کا زمانہ ملا وہ اوج کمال تک پہونچیں لیکن

بالآخر انحطاط کی طرف مائل ہو گئیں اور بہت سی زبانوں کا تو صفحہ ہستی سے ہمیشہ کیلئے نام ہی خارج ہو گیا لیکن دنیا کی تمام زبانوں میں سے مستثنیٰ بحیثیت اسلام نے صرف عربی زبان کو دی کہ اوسکو روز افزوں ترقی کے سوا انحطاط و تنزل سے کبھی واسطہ نہیں ہو سکتا آج تیرہ سو برس ہو چکے دنیا کی زبانوں میں کسقدر تغیر و انقلاب ہو چکے لیکن حجازی عربی آج بھی ویسی حالت پر موجود ہے جس حالت پر آج سے تیرہ سو برس پہلے تھی اوس کا گذشتہ لٹریچر اسوقت تک تمام موجود اور آئے دن اوس میں اضافہ اور ترقی ہی ہوتی رہی یہی حالت آج ہے اور یہی ہمیشہ جاری رہیگی دنیا کے ہر مذہب اور ہر قوم میں تفرق و انتشار پیدا ہو سکتا ہے اور ایک فرد کا دوسرے سے بالکل بیخبر اور بے تعلق ہو کر رہنا ممکن ہے لیکن افراد اسلامی خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں پہونچ جائیں اپنے مذہب کی دوسری افراد سے اپنی مشترکہ زبان کے سبب سے کسیوقت بھی بے خبر اور بے تعلق نہیں رہ سکتے۔ دوسری اقوام اور دوسرے مذاہب کو اپنی افراد میں باہمی استفسار حال اور تبادلہ خیال کیلئے کسیوقت مسلمانوں کو درمیان میں واسطہ اور ترجمان قرار دینے کی ضرورت ہو سکتی ہے لیکن خدا کے فضل سے مسلمان دنیا کے جملہ مذاہب اور جملہ اقوام سے اس مسئلہ میں بالکل بے نیاز ہیں۔

دنیا کے مذاہب کی اگر آفاق عالم میں اشاعت کیجائے تو اون کی اشاعت کسیوقت اون کی ترقی کے بجائے فنا کا باعث ہو جائیگی کسی بین الاقوامی زبان کے نہونیکی

وجہ سے افراد مذہب میں انتشار کا پیدا ہونا ضروری امر بدیہی اور شیرازہ کا قائم رہنا ناممکن ہوگا لیکن اسلام دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہونچ جائے مگر اوسکی تنظیم میں ذرہ برابر فرق نہ آئیگا مسلمان اپنی مشترکہ بین الاقوامی زبان کیوجہ سے ہمیشہ ایک دوسرے سے باخبر رہیں گے اور ہمیشہ رشتہ اتحاد و اخوت مستحکم رہیگا اور ہمیشہ ضعیف قوی کی مدد اور ہمدردی حاصل کرسکے گا اور زبردست کیلئے کمزور کی دستگیری ممکن رہیگی ۔

اہل مذاہب اس فلسفہ پر غور کرنیکے بعد خود فیصلہ کرلیں کہ دنیا میں عالمگیر مذہب ہونیکی قابلیت و صلاحیت کس مذہب میں ہے اور کونسا مذہب عالم کے گوشہ گوشہ میں پھیلنے کا سچا حقدار رہیگا ؟

دنیا کی قومیں مٹ جائینگی اور ان کا شیرازہ منتشر ہوجائیگا عالم کے مذاہب فنا ہوجائینگے اون کی تنظیم ختم ہوجائیگی لیکن اسلام دنیا میں ترقی و اشاعت کیلئے آیا ہے وہ قیامت تک کی مسافت طے کرنیکے لئے زاد راہ اور سامان سفر اپنے ہمراہ لیکر چلا ہے اور اوسکو قیامت کے ڈانڈے سے ڈانڈا ملا دینا ہے ۔

باانصاف اہل عقل غور فرمائیں کہ کیا باطل کیلئے بھی حیات جاودانی ہوتی ہوتی ہے ؟ اور کیا دروغ کے پاس بھی بقا اور ترقی و فروغ کے لیے زندہ سامان موجود ہوتے ہیں ؟

مدعیانِ نبوت غور فرمائیں کہ آنحضرت سے پہلے کتنی شریعتیں آئیں کتنے انبیاء آئے۔ کتنے رسول مبعوث ہوئے لیکن کیا کوئی رسول بھی اپنی شریعت میں بقا کی اتنی قوت اپنے ہمراہ لایا؟

آخر کیا سبب کہ پیغمبر مدنی جو شریعت ہدایت خلق کیلئے لائے اوس میں خلاق عالم نے اسقدر حرارت غریزی کیوں کوٹ کوٹ کر بھر دی کہ اب قیامت تک اس شریعت کا مضمحل ہونا ناممکن ہو گیا آخر یہ خصوصیت جو سابقہ شرائع میں سے کسی شریعت میں نہیں پائی جاتی بلا کسی خاص سبب کے آپ ہی کی شریعت سے کیوں مخصوص ہو گئی اگر آپ غور کرینگے تو اس نکتہ کی تہ میں یہ فلسفہ پائینگے کہ انبیاء و رسل سابقین نے جو کچھ تبلیغ کی اور ہدایت کے نقوش دلوں میں جمائے اور صحف تعلیم چھوڑ گئے اگر اون کی امتوں نے صحف کو نیست و نابود اور اون نقوش ہدایت کو بالکل محو بھی کر دیا تاہم بعد کے مبعوث ہونیوالوں نے پھر اون مٹے ہوئے نقشوں کو جلا دیدی اور تعلیم و ہدایت کی نئی بنیاد ڈالدی لیکن پیغمبر مدنی کے بعد چونکہ خلاق عالم کو باب نبوت مقفل و مسدود کرنا تھا اور آپ کو خاتم النبیین قرار دینا تھا اسی بناء پر آپکی شریعت میں بقا کی وہ قوت کرامت فرمائی جو قیامت تک کے انقلابات کی متحمل ہو سکے اور زمانہ کی کروٹوں سے اوسمیں کوئی ضعف و اضمحلال پیدا نہو اگر ایسی پائدار زندگی والی شریعت خاتم النبیین کو نہ دی جاتی تو لازمی نتیجہ تھا کہ آنحضرت کے بعد گذشتہ زمانوں کی طرح یہ شریعت بھی مٹ جاتی

اور بعد کے آنیوالے ہدایت سے بالکل محروم اور خدائی مذہب سے بالکل خالی ہاتھ رہ جائیں دنیا کو تاریکی میں چھوڑ دینا شان ربوبیت کے شایان نہیں لہذا بالضرور کوئی آنیوالا اوس طرح سے شریعت جدید لیکر آتا اور ختم نبوت کا مقصد فوت ہو جاتا اسی بنا پر پروردگار عالم نے ایسی ممتاز شریعت آنحضرت کو کرامت فرمائی جو قیامت تک ہرگز نہ مٹ سکے اور آئندہ کسی نئے شخص کے بھیجنے اور کسی جدید شریعت کی داغ بیل ڈالنے کی ضرورت باقی نہ رہی تمام شرایع میں آپ کی شریعت کی یہ ممتاز شان انبیاء و رسل میں آپ کی ممتاز شان خاتمیت پر نہایت تیز روشنی ڈالتی ہے۔

اسلام زبان نہ دارد کا سبق پڑھنے والے، اسلام کے عمیق فلسفوں میں اپنی رائے کو دخیل بنا کر دماغ کو الجھن میں ڈال لینے والے، نماز اور قرآن کے ترجموں پر اکتفا کرنیوالے اسلام زبان دارد کے اس گہرے فلسفہ کا مطالعہ کریں اور غور فرمائیں کہ اشتراک لسان کی یہ خاموش حکمت کس طرح بانگ دہل اعلان کر رہی ہے کہ اسلام بے زبانوں میں شامل نہیں ہے سچ ہے بھلا عرب سے جو مذہب نکلا ہو وہ عجم (بے زبان) کب ہو سکتا ہے۔

چوتھی حکمت

قرآن مجید دائمی معجزہ ہے

قرآن مجید میں ایک زبردست نکتہ حکمت یہ بھی ہے کہ انبیائے سابقین کو جتنے بھی معجزات دیئے گئے وہ سب وقتی اور آنی تھے جناب ابراہیم کیلئے آگ گلزار ہوئی مگر ایک وقتی اور آنی معجزہ تھا جو ظاہر ہو کر ختم ہو گیا جناب موسیٰ نے عصا کو اژدہا بنایا مگر ایک بات ہوئی اور تمام ہو گئی جناب داؤد نے لحن کا معجزہ دکھایا لیکن یہ معجزہ اسی وقت تک موجود رہا جب تک آواز آپ کے دہن مبارک سے نکلکر فضا کو شگفتہ کرتی ہوئی سننے والوں کے کانوں کے پردوں سے ٹکراتی رہی اور جب دہن سے آواز نکلنا بند ہوا فوراً معجزہ بھی ختم ہو گیا یا مثلاً جناب داؤد کی مبارک ہاتھوں کی تاثیر سے لوہا نرم ہو جاتا تھا لیکن اس معجزہ کا وجود بھی اسی وقت تک تھا جب تک لوہا آپ کے ہاتھوں میں نرم ہوتا نظر آئے جناب عیسیٰ نے مردوں کو زندہ کیا بس جتنا وقت مردے کو زندہ کرنے میں صرف ہوا اتنی وقت تک معجزہ کا عالم میں وجود تھا پھر ختم۔ اگرچہ بعض معجزات کی یادگاریں عالم میں کچھ مدت تک باقی بھی رہیں مثلاً زندہ کیا ہوا مردہ جس مدت تک بعد میں زندہ رہا تو وہ شخص جناب عیسیٰ کا معجزہ نہیں بلکہ معجزہ کی یادگار ہے اسلیئے کہ معجزہ مردہ کا زندہ کرنا ہے نہ کہ زندہ کیا ہوا مردہ اسیطرح اگر جناب عیسیٰ نے کسی مریض کو شفا دی یا کور مادرزاد کو بینا کر دیا تو جتنا وقت مریض کا علاج کرنے اور کور مادرزاد کو شفا دینے میں صرف ہوا اتنی وقت تک معجزہ عالم میں موجود تھا اسکے بعد وقت

تک جیا اور شفا یافتہ زندہ رہا اس وقت تک اُن معجزات کی یادگاریں موجود رہیں لیکن معجزات وقتی اور آنی تھے جس کو زمانہ کا چکر اپنے ساتھ لپیٹتا ہوا لے گیا البتہ صرف تاریخی واقعات کی حیثیت سے ان معجزات کے تذکرے تاریخ عالم کی لسانی یا کتابی صفحات کی زینت بنے رہیں گے۔

واقعات کی تاریخی حیات

یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ تاریخی واقعات کی زندگی کی کمی اور زیادتی کا معیار اُن کی شہرت کی کمی اور زیادتی پر منحصر ہے جتنی شہرت کم ہوتی جائیگی اُتنا ہی اُن واقعات کی تاریخی حیات میں ضعف پیدا ہوتا جائیگا۔ کسی واقعہ کو گزرے ہوئے جتنا زمانہ زیادہ گزرتا جاتا ہے اُسکے چرچا اور اُس کے تذکرے کم ہوتے جایا کرتے ہیں اور اُس واقعہ کی تاریخی حیات میں کمزوری پیدا ہوتی جاتی ہے اور بالآخر گردش زمانہ ایک وقت ایسا پیش کر دیتی ہے کہ لوگ اُس واقعہ کا ذکر بھول جاتے ہیں اور عالم تاریخ میں اُس کی شمع حیات گل ہو جاتی ہے تاریخ اس حقیقت کی شہادت دیتی ہے اور بہت سی مثالیں ہمارے سامنے ہیں آج گزشتہ اُمتوں کے بیشتر واقعات ہم کو نہیں معلوم اُن کی تاریخی زندگی ختم ہو چکی سلف کے بعض واقعات کا دُھندلا سا خاکہ ہمارے سامنے ہے۔ لیکن اختلافات سے پُر اور اطمینان کیساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان واقعات کی دراصل صورت حال اور واقعی نوعیت کیا تھی اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اُن واقعات کی تاریخی زندگی حد درجہ مضمحل ہو چکی ہے۔

جنگ عظیم کے واقعات جبکہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے گزر رہی تھی کسقدر اُنکے ذکرو اذکار لوگوں میں جاری تھی لیکن جنگ ختم ہونیکے بعد جتنا زمانہ گزرتا گیا لوگوں کی دلچسپی اُن واقعات سے کم ہوتی گئی اور اب جنگ عظیم کا وہ تذکرہ جو کل معجون معدہ بنا ہوا تھا اتفاقی طور سے کسی کی زبان پر آجاتا ہے۔

واقعات اور اُنکے آثار ہر ایک واقعہ اپنے ساتھ کچھ مخصوص اثرات بھی رکھتا ہے:

جہاں جس قسم کے جس واقعہ کا ذکر ہوتا ہے اُسی کی مناسبت سے لوگوں کے قلوب میں کچھ کیفیات بھی پیدا ہوتے ہیں ایک سخی کی سخاوت کا تذکرہ سُننے والوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کرتا ہے مظلوم کی داستان مصیبت سُننے والوں سے اپنی ہمدردی کی اپیل کرتی ہے ظالم کے تذکرے سے لوگوں کے جذبات نفرت میں ہیجان ہوتا ہے وعلے ہذا۔

تاریخی واقعات کی تاریخی حیات جس قدر قوی ہو اُسی قدر اُنکے اثرات میں بھی قوت ہوتی ہے۔ تاریخی واقعات کی حیات کا ضعف و قوت ہی اُنکے اثرات کے ضعیف و قوی ہونیکا معیار ہے۔ جتنی اصل واقعہ کی زندگی کمزور پڑتی جائیگی اُسی قدر اثرات میں بھی ضعف بڑھتا جائیگا۔

سکندر اعظم کی ملک گیری کے واقعات نے جو رعب و جلال کا سکہ دلوں پر بٹھا رکھا تھا آج اس رعب کا وہ اثر دلوں میں موجود نہیں لیکن جب سکندر کے ہاتھ میں خون آشام تلوار

اور رکاب میں ایک جرار فوج تھی تو ہر وقت عالم میں اس کی ملک گیری کے چرچے تھے
اور سکندر کے نام سے دل دہلتے تھے سکندر جب زندہ تھا تو اُس کا دبدبہ و جلال کچھ اور ہی
عروج پر تھا جب سکندر کی زندگی کیساتھ ساتھ اُس کی ملک گیری اور لشکر کشی کا بھی
خاتمہ ہو گیا تو اسکے بعد بھی ایک عرصہ تک اُس کے تذکرے سُننے والوں کی نگاہوں کے
سامنے اُس کی شجاعت کا نقشہ کھینچکر دلوں پر رعب جما دیتے تھے لیکن آج نہ سکندر کے
کارناموں کے اس قدر تذکرے باقی ہیں اور نہ آج ہمارے قلوب میں وہ مرعوبیت اور
اور اختلاج کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

معیار کی تطبیق ظاہر ہونیکے بعد انبیاء کے معجزات بھی تاریخی واقعات کی فہرست
میں مندرج ہوئے اور دیگر واقعات کی طرح روز بروز اُنکے تذکرے بھی مضمحل ہو گئے اور
نظرۃً اُنکے اثرات بھی کمزور پڑتے گئے معجزات کا اثر یہی ہے کہ لوگ مقابلہ سے عاجز آ کر نبی سے
مرعوب اور نبوت کے سامنے سر خم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں گویا کہ معجزہ نبی کا ایک ہتھیار
ہے جو مخلوق کو اقتدار نبی کی تسلیم کرنے پر مجبور بنا دیتا ہے اب جب معجزہ کی تاریخی حیات
میں ضعف پیدا ہوا تو قہری طور پر نبی کی نبوت کا اعتقاد بھی لوگوں کے قلوب میں مضمحل
ہونے لگا ادھر معجزہ کی شہرت اور اسکے ذکر و اذکار میں کمی ہوئی اُدھر نبوت کی یاد
کو لوگ بھولنے لگے اسی طرح رفتہ رفتہ ایک وقت وہ آیا کہ نقوش ہدایت دلوں سے محو ہو گئے

اور نبی کی نبوت مٹ کر رہ گئی! اور خداوند عالم نے خواب غفلت کے متوالوں کو جگانے کیلئے پھر کسی ہادی کو بھیجا جسنے معجزات کے ذریعہ سے از سر نو اپنے اقتدار کی بنیاد ڈالی اور گمراہوں کو راہ پر لگایا۔ اگر خلاق عالم کی طرف سے دیگر انبیا کی طرح آنحضرت کو بھی صرف وقتی اور آنی معجزات ہی دیئے جاتے تو اُن سے آپ کو وقتی فائدہ تو ضرور ہوتا لیکن کچھ زمانہ گزرنے کے بعد آپ کے معجزات آپ کی نبوت، اور آپ کی شریعت کا بھی نتیجہ وہی تھا جو سابقہ مثالوں میں نظر آچکا تھا کچھہ عرصہ بعد تاریخی واقعات کی طرح ان معجزات کی یاد دلوں سے جاتی رہتی اور اُس کا نتیجہ یہی ہوتا کہ آنحضرت کی نبوت کو بھی لوگ بھولنا شروع کر دیتے اور ایک وقت ایسا آپہونچنا لازم تھا کہ اس نبوت کی میعاد بھی پوری ہو جاتی۔

دوامی معجزہ کے خصوصیات

اسی حکمت کی بنا پر قادر مطلق نے وقتی اور آنی معجزات کے سوا آنحضرت کو ایک دائمی معجزہ بھی کرامت فرمایا جو دیگر معجزات کی طرح ظاہر ہو کر فنا ہو جانیوالا نہیں بلکہ قیامت تک موجود رہنے والا ہے آپ یہ معجزہ قیامت تک موجود رہکر ان لوگوں کو بیدار کرتا اور آنحضرت کی نبوت کو ہر دم تازہ اور سدا بہار رکھے گا اور نہ ختم عالم سے پہلے معجزہ فنا ہوگا اور نہ صفحہ ہستی سے نبوت ہی جائیگی۔

اسلام کے پیغمبر نے اپنی حقانیت کے ثبوت میں کس قدر بے بہا چیز اپنی اُمت کے حوالہ کردی کہ کسی اُمتی کو نہ تاریخ کی پُرانے اوراق اُلٹنے کی ضرورت نہ کسی راوی یا مورخ سے مدد لینے کی حاجت اگروہ اپنے نبی کی نبوت کسی غیر شخص کے سامنے پیش کرے تو اُس کو ثبوت میں کبھی لیس و پیش نہیں بلکہ ہر آن و ہر لحظہ ایک مجسم ثبوت اُسکے دعوے کی تائید کیلئے کمر بستہ ہے جو ہر جہت و ہر پہلو سے پیغمبر اسلام کو نہ صرف نبی بلکہ انبیاء و رسل کا سرتاج اور نوع انسان کا سرمایہ افتخار ثابت کیئے بغیر ایک قدم پیچھے نہیں ہٹتا۔

قرآن مجید اور انبیاء سلف قرآن مجید نے نہ صرف آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت کو دُنیا کے سامنے پیش کرنیکا بیڑا اُٹھایا ہے بلکہ خاتم النبیین کی نبوت کی سرپرستی میں اجمالاً یا تفصیلاً جملہ انبیاء ماسلف کی نبوتوں کو جن کی اثبات کے لیئے آج دُنیا کی کوئی دستاویز کارآمد نہیں تھی تمام عالم سے تسلیم کرادیا اور نہ صرف وقتی طور پر بلکہ اپنے اعجاز سے مستحکم حصار میں لیکر ہمیشہ کے لیئے ناقابل انکار بنادیا۔

قرآن مجید کا دیگر اہم احسان انبیائے سابقین کی اُمتوں کو غور کرنا چاہیئے کہ اُن کیلئے یہ امر کس درجہ ننگ و عار کا باعث تھا کہ وہ جن ہستیوں کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں اُن کو خود ہی اُن کی معرفت سے کوئی بہرہ نہ تھا چہ جائیکہ وہ عالم سے اُن کا تعارف کراکے اُن کیلئے دُنیا کی نمایاں ہستیوں میں کوئی عزت کی جگہ دلاسکتے۔

بائبل نے تو ان اُمتوں کو کہیں کا نہ رکھا تھا اُن کی عزت و خودداری کو بائبل کے بیانات نے جیسا زبردست نقصان پہونچایا تھا یہ لوگ اُس کی تلافی پر کس طرح قادر نہ تھے، بائبل اُنکے ذی عزت و عظمت اسلاف کو پوری طرح گمنام بلکہ بدنام بنا کر قعر مذلت کے آخری درجہ میں پہونچا چکی تھی اور دوستی کے لباس میں دشمنی کا پورا کام طے کر چکی تھی۔

ان اُمتوں کو قرآن مجید کا یہ احسان کسی وقت بھی فراموش نہ ہونا چاہیے کہ اس نے آڑے وقت میں اُن کی دستگیری کی، اُن کے عرصے کے بچھڑے ہوئے اسلاف سے اُن کو ملایا، اُن کے حقیقی مراتب اور واقعی عظمت کے ساتھ اُن کو دنیا سے روشناس کراتے ہوئے عالم کے سب سے بلند طبقہ میں اُنکو جگہ دی اور اس طرح اسلاف کی شان کو اُجلا کر کے اخلاف کی حیثیت کو بھی عالم کی نظر میں روشن کر دیا۔

قرآن مجید کا احسانِ عام بلکہ قرآن مجید کا یہ احسان تمام نوع انسان پر ہے کہ طبقہ انبیا یعنی صنفِ انسان کی اعلےٰ ترین ہستیاں جن کی مبارک سیرتیں انسانی تاریخ کی زینت ہیں اور جنکا انسانی نگاہ کے سامنے رہنا انسان کے دل میں انسانیت کو ترقی دینے کا ہر آن و ہر لحظہ ایک نیا جذبہ پیدا کرنیوالا ہے اور جن کا نگاہ سے اوجھل ہو جانا انسانیت کے نقطہ نظر سے بنی آدم کا سب سے بڑا نقصان ہے جب

انسان قدرت کے اس گرانبہا عطیہ کو خود اپنے ہاتھوں کھو کر خزانہ انسانیت کو دیوالیہ بنا چکا تو خلاق عالم کی بارگاہ سے قرآن مجید کے مبارک ہاتھوں صرف گزشتہ نقصان کی تلافی ہوئی بلکہ مزید اہم ترین اضافہ اور آئندہ ہمیشہ کی حفاظت و نگرانی کی ذمہ داری کے وعدہ کے ساتھ ساتھ اس آسمانی عطیہ کی تجدید عمل میں آئی +

معجزات میں قرآن کی مخصوص شان

تمام معجزات میں معجزہ قرآن کی ایک مخصوص شان یہ ہے کہ دیگر معجزات پر جتنا زمانہ گزرتا رہا اُن کی قوت ضعف سے بدلتی گئی لیکن قرآن مجید پر جتنا زمانہ گزرتا جا رہا ہے اُس کی طاقت میں ضعف پیدا ہونے کی بجائے اور اضافہ ہوتا جا رہا ہے رات کے بعد ہر آنیوالا دن اور دن کے بعد ہر آنیوالی رات اس معجزہ کی قوت کو بڑھاتی ہوئی آتی ہے +

بنائے فرق

فرق یہی ہے کہ انبیائے سلف کے معجزات عالم وقوع میں آ کر خود تو فنا ہو گئے نبوی تعلیمات کی حیات صرف اُن معجزات کی شہرت و اشاعت سے وابستہ رہی جو معجزات کے ظہور کا حقیقی مقصد تھا۔ زمانہ گزرتا تھا شہرت روز بروز کم ہوتی جا رہی تھی اُسی کے ساتھ تعلیمات کی حیات بھی مضمحل ہو رہی تھی لیکن قرآن زندہ معجزہ ہے وہ ہر دم موجود ہے اور ہر نیا دور عالم سے اُسکے تعارف کا بڑھانے والا اور مقصد اعجاز کو پہلے سے زیادہ کامیاب بنانیوالا آتا ہے +

قرآن مجید کی روز افزوں کامیابی	ایک وقت وہ تھا کہ معجزۂ قرآن کی معرفت

صرف چند منتخب ہستیوں تک محدود تھی کچھ دن گزرے کہ بنی عبد المطلب اور بنی ہاشم

سے اس کا تعارف ہوا پھر مکہ کی آبادی کی کانوں میں قرآنی صدائیں پہنچیں

اور اہل مکہ قرآن سے روشناس ہوئے پھر کچھ حلقۂ اشاعت اور بڑھا مکہ کے قرب و جوار

اور مدینہ کو بھی اپنے اندر لے لیا یہانتک کہ پیغمبر اسلام کی اخیر زندگی میں عرب اور

اسکے اطراف میں قرآن کا اعجازی بہریا لہریں مارنے لگا۔

معجزۂ قرآن کے ابتدائی ایام ظہور میں مقابلہ میں آکر شکست کھانیوالی

جماعت کی تعداد اگر ایک دن دس تھی تو دوسرے دن بیس ہوگئی اور تیسرے دن

تیس اور پچاس ہوگئی کچھ اور دن گزرے اشاعت بڑھی اس جماعت کا عدد

بھی سیکڑوں اور ہزاروں تک پہونچا غرض جتنی اشاعت بڑھتی گئی اس گروہ

کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ معجزہ کی فتوحات اور شکست خوردہ انسانی

سپاہ میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی اور پیغمبر اسلام کی اخیر زندگی تک

قرآنی معجزے نے دنیا کے لاکھوں انسانوں کو اپنے مقابلہ سے عاجز

پالیا۔

معجزہ کی کامیابی کا معیار	ایمان لانا نہ لانا ہر شخص کی طاقت ضمیر

اور قوت فیصلہ پر موقوف ہے معجزہ کا کام تو صرف اتنا تھا کہ مقابلہ میں بُلا کر مخلوق کو اپنا مثل پیش کرنے سے عاجز ثابت کردے، قرآنی اعلان کی خبر پا کر مقابلہ میں قدم نہ جمنا، اور رگ حمیت میں نشتر لگائے جانیکے باوجود قرآن کی چھوٹے سے چھوٹے مطالبہ کو بھی پورا کرنے سے منہ پھیر لینا قرآن کی نمایاں فتح اور انسان کی واضح شکست ہے۔ مَن شاء فلیؤمن ومَن شاء فلیکفر، حجت تمام ہوجانے کے بعد بھی ہر شخص کو ایمان لانے نہ لانیکا اختیار باقی ہو اگر ہم کوئی ایسا وقت فرض کریں کہ عالم میں قرآن پر ایمان رکھنے والی ایک فرد بھی موجود نہ ہو لیکن قرآن موجود ہو اور اُس کی معارض طلبی کی صدائیں فضائے عالم میں گونج کر لاجواب ثابت ہو رہی ہوں تب بھی یہ معجزہ اپنے مقصد میں کامیاب، اور قرآن فاتح اور دنیا مفتوح ہے۔

وفات پیغمبرؐ کے بعد قرآن کا مشن

غرض پیغمبر اسلام جس وقت اپنے اس فیض ہدایت سے وداع ہوئے تب بھی یہ اسی طرح اپنے متعلقہ فرائض کو انجام دیتا رہا اور مقابلہ کا علم نصب کر کے انس وجن کی دماغی قوتوں پر دھاوے بولتا رہا۔ عالم کے گوشہ گوشہ کی طرف اپنا قدم بڑھایا، قرناً بعد قرن تمام آنیوالی نسلوں کو اپنے مطالبات سے مغلوب کرتا خدائی طاقت سے مرعوب بناتا، اور پیغمبر اسلام کی نبوت و رسالت کا

دلوں میں سکہ بٹھاتا رہا اور اسی طرح دن آئے یا رات قرآن مجید کی معارض طلبی پیغمبر اسلام کی نبوت کے سامنے عالم کا سر خم کرتی رہیگی۔

مدنی پیغمبرؐ کی آخری زندگی تک اس معجزہ کی کامیابیوں کی جو فہرست مرتب ہو چکی تھی قرآن مجید بعد کی تیرہ صدیوں کے اندر اپنی فتوحات کی ہزارہا طولانی فہرستوں کو اس فہرست کا ضمیمہ بنا چکا ہے۔ اسی طرح جتنا زمانہ گزرتا جائیگا دنیا نئی نسلوں سے آباد ہوتی جائیگی اور قرآن اپنی فتوحات کی فہرست میں خلف کو سلف کے برابر لکھتا چلا جائیگا۔

قرآن مجید اور ختم نبوت

گزشتہ عرصہ میں امتداد ایام اور انقلابات زمانہ ایک نبی کے معجزات و تعلیمات کو مضمحل کرتے کرتے ایک دن پردۂ خفا میں مستور بنا کر جدید نبی کی بعثت کے متقاضی ہوتے تھے لیکن مدنی پیغمبرؐ کی منتہی نبوت اس سے بالاتر ہے قرآنی روشنی میں اس کا نورانی چہرہ ہر نئے دن اپنی تہ بہ تہ نقابیں الٹتا ہوا عالم کی محویت بڑھا رہا ہے۔

maablib.org

صفحہ ۵۲ و ۵۳ پر جو سامری اور شمرونی کی بحث ہے وہ کتاب الرحلۃ المدرسیہ سے منقول ہے وہاں حوالہ کا اندراج سہواً رہ گیا ہے۔

تتمۂ کلام

ہم نے اس مختصر کتاب میں اپنے ہر ایک مدعی کو عقلی دلائل کی روشنی میں اس قدر مستحکم کردیا ہے کہ کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی لیکن تتمۂ کلام میں ہم چاہتے ہیں کہ مشاہیر عالم کے اقوال کو اپنے مقاصد کی تائید میں پیش کرکے اپنے ہر مدعی کو روشن سے روشن تر بنادیں۔

پہلی حکمت کی تائید بلاغت قرآن کے متعلق مسٹر جارج سیل اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

"یہ بات بالعموم تسلیم ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں جو تمام اقوام عرب میں سب سے زیادہ شریف اور مہذب قوم ہے نہایت درجہ لطیف اور شستہ زبان میں لکھا گیا ہے دوسری زبانوں کی بھی اس میں آمیزش ہے گو بہت ہی کم ہے۔ وہ بلاشبہ عربی زبان کا نمونہ ہے اور راسخ العقیدہ لوگوں کا یہ قول ہے اور نیز خود اس کتاب سے بھی ثابت ہے کہ کوئی انسان اس کا مثل نہیں لکھ سکتا اگرچہ بعض لوگوں کا خیال دوسرا ہے۔ اور اسی واسطے اس کو لازوال معجزہ قرار دیا ہے جو مردے کو زندہ کرنے سے بڑھکر ہے اور تمام دنیا کو اپنے الہامی ہونیکا ثبوت دینے کے لئے تنہا کافی ہے اور خود محمد صلعم نے بھی اپنی رسالت و نبوت کے ثبوت میں اس کو

پیش کیا تھا اور بڑے بڑے فصحائے عرب کو جبکہ اُس زمانہ میں اس قسم کے ہزاروں آدمی موجود تھے جن کا شغل اور انتہائی دلچسپی یہی تھی کہ طرز تحریر اور عبارت آرائی کی لطیف انداز پیدا کرنے میں اعلےٰ درجہ پر پہونچ جائیں، بالاعلان کہلا بھیجا تھا کہ اسکے مقابلہ میں ایک ہی سورت بنا لائیں، میں اس امر کے اظہار کیلئے کہ اُن ہی لیاقت لوگونکے جنکا اس فن میں ماہر ہونا مسلم ہے اس کتاب کے حسین انداز تحریر کی تعریف و توصیف کی تھی بیشمار مثالوں میں سے ایک مثال پیش کرتا ہوں:-

لبید ابن ربیعہ جو محمد (صلعم) کے زمانہ میں بہت بڑے زبان دانوں میں سے تھا اُس کا قصیدہ خانہ کعبہ کے دروازہ پر چسپاں تھا اور یہ امر نہایت اعلیٰ درجہ کی تصنیف ہی کیلئے ممکن تھا۔ کسی شاعر کو اُسکے مقابلہ میں اپنی کسی تصنیف کے پیش کرنیکی جرأت نہ ہوتی تھی لیکن جب تھوڑے عرصہ کے بعد قرآن کی دوسری سورت کی چند آیتیں اُسکے مقابلہ میں چسپاں کی گئیں تو خود لبید جو اُس زمانہ میں بت پرست تھا شروع ہی کی آیت پڑھکر متحیر ہوگیا اور اُسنے فی الفور مذہب اسلام قبول کرتے ہوئے بیان کیا کہ ایسے الفاظ صرف نبی ہی کی زبان سے نکل سکتے ہیں

قرآن کا طرز تحریر عموماً خوشنما ہے بالخصوص اُن مقامات پر جہاں وہ پیغمبرانہ انداز میں گفتگو کرتا ہے اور عہد قدیم و جدید کے واقعات کو بیان کرتا ہے وہ مختصر اور بعض مقامات میں مبہم ہے اور مشرقی طرز کی موافق حیرت ناک صنعتوں سے مرصع اور روشن و پرمعنی جملوں سے آراستہ ہے اور اکثر جگہ

اور علی الخصوص جہاں کہ وہ خدا کی عظمت اور اُس کے اوصاف کو بیان کرتا ہے نہایت درجہ عالی و بلند حیثیت رکھتا ہے"۔

دوسری حکمت کی تائید

قرآن و واقعات سلف کی بحث کرتے ہوئے ہم نے صفحہ ۳۰ میں حضرت خدیجہؓ کے ایمان کی تذکرہ سے پیغمبر اسلام کی صداقت پر روشنی ڈالی ہے اسکے متعلق مسٹر طامسن کارلائل اپنی کتاب ہیرو ایز اے پرافٹ میں تحریر کرتے ہیں:-

"اس محسن بی بی کیساتھ آپ نے اپنی زندگی نہایت محبت اور باہمی اخلاص کے ساتھ بسر کی۔ آپ انکو دل سے محبوب رکھتے تھے اور صرف انہیں کو چاہتے تھے ان واقعات سے اور مفروضہ جعل سے صریح اور شدید مخالفت ہے[ع]"۔

مسٹر ڈیون پورٹ لکھتے ہیں:-

"سب سے بڑی دلیل آنحضرت کی صدق نیت اور حقیقت مذہب کی یہ ہے کہ سب سے زیادہ راسخ الاعتقاد اور کامل الایمان اور سابق الاسلام حضرت کے گھر والے اور وہ لوگ ہیں جو آپ سے بہت گہرا تعلق رکھتے تھے اور آپ کے تمام حالات سے بخوبی واقف تھے اگر آپ کی صداقت میں ذرہ بھر بھی کسی بات سے وہم یا شک پاتے تو ہرگز ایسے راسخ الاعتقاد نہ ہوتے اور دین کی خاطر اپنی جانوں کو معرض خطر میں ڈالتے۔ یہ لوگ برابر آپ کے ساتھ رہتے تھے اور آپ کے

ع یعنی حضرت خدیجہؓ کے واقعات کے ہوتے ہوئے پیغمبر اسلام کی نبوت کا جعلی فرض کرنا ناممکن ہے ۱۲

حرکات و سکنات کے نگران تھے خصوصاً آپ کی زوجہ خدیجہؓ اور آپ کا عم زاد پیارا بھائی آپ کی رسالت کا اعتقاد کامل و یقین واثق رکھتے تھے اور آپ کے سب سے زیادہ سچے اور وفادار پیرو تھے اگر یہ لوگ ذرا سی علامت دنیاداری یا کمزوری و ریا و عدم ایمان کی اپنے پیغمبر میں پاتے تو آنحضرتؐ کو جو تہذیب اخلاق اور اصلاح بنی آدم کی اُمیدیں تھیں وہ سب دم بھر میں خاک میں ملجاتیں انہوں نے آپ کی خاطر کیا کیا مصائب اور صدمات اُٹھائے"۔

ہم نے بائبل اور قرآن کا جو تقابل کیا ہے اس کے متعلق بھی مسٹر جان ڈیون پورٹ اعتراف کرتے ہیں:-

"منجملہ اُن بہت سی اعلیٰ خوبیوں کے جو قرآن کیلئے واجب طور پر باعث فخر و ناز ہو سکتی ہیں دو باتیں بہت روشن ہیں اول تو اُس کا مہذب اور پر ہیبت و رعب طرز بیان جو اُن تمام مقامات میں جہاں خدا تعالیٰ کا ذکر یا اُس کی ذات کی طرف اشارہ ہے اختیار کیا گیا ہے اور جس کے اندر خداوند عالم کو اُن جذبات اور اخلاقی نقائص سے جو انسان میں پائے جاتے ہیں منسوب نہیں کیا ہے دوسری یہ کہ وہ فحش خلاف اخلاق و غیر مہذب خیالات الفاظ اور قصوں سے مبرا ہے حالانکہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہ عیوب توریت وغیرہ کتب مقدسہ میں بکثرت پائے جاتے ہیں فی الحقیقت قرآن ان سخت عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اس میں خفیف سی خفیف ترمیم کی بھی ضرورت نہیں اس کو اول سے آخر تک پڑھ جاؤ تو تم اس میں

کوئی لفظ بھی ایسا نہ پاؤ گے جو پڑھنے والے کے چہرہ پر شرم و حجاب کے آثار پیدا کرے۔

خواص کیلیے قرآن کے جو اعجازی پہلو ہم نے دکھلائے ہیں اس کی بابتہ ہم حسب ذیل اقوال نقل کرتے ہیں:۔

مسٹر لیوڈف کریل جو ایک جرمنی فاضل ہیں تحریر کرتے ہیں:۔

"قرآن مکمل اخلاقی قانون ہے اور نیز ان جزئی قواعد و ضوابط پر حاوی ہے جو اس قانون سے متفرع ہیں اس میں جمہوری سلطنت کے تمام ادارات اور محکموں کی بنیادیں موجود ہیں مثلاً صیغہ تعلیم صیغہ عدل و دادرسی صیغہ نظام عسکر صیغہ مالیات اور غرباء و محتاجین کی نہایت عمدگی کی ساتھ خبر گیری کرنیکا صیغہ اور اس سب کی بنیاد خدائے واحد کا عقیدہ ہے جس کے قبضہ قدرت میں انسانوں کی قسمتیں ہیں" (ڈکشنری آف اسلام)

مسٹر گٹا کہتے ہیں:۔

"ہم اچھی طرح سے اس بات کو کہہ سکتے ہیں کہ قرآن اعلیٰ ترین کتب میں سے ہے جو دنیا کے سامنے آئیں چونکہ وہ نہایت عمدگی اور کامیابی کیساتھ دنیا کی ایک بزرگ ترین ہستی کی سیرت پر روشنی ڈالتی ہے" (ڈکشنری آف اسلام)

مسٹر کارلائل کہتے ہیں:۔

"میری نظر میں قرآن کا کمال یہ ہے کہ خلوص و سچائی اپنے تمام معانی میں قرآن کے

اندر موجود ہے" (ڈکشنری آف اسلام)

قرآن مجید علوم و معارف کا سرچشمہ ہے اس بحث کے ضمن میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی تائید میں حسب ذیل اقوال[۵] پیش کیے جاتے ہیں:-

ریورنڈ راڈول اپنے دیباچہ قرآن میں لکھتے ہیں:-

اسلام نے کبھی بھی علوم و فنون کی مخالفت نہیں کی .... مسلمانوں نے اہل علم کا گلا گھونٹنے کی کبھی کوشش نہیں کی بلکہ مسلمانوں کا ہمیشہ یہ وطیرہ رہا ہے کہ علوم و فنون کی قدر ہو اور ان کی اشاعت و ترویج میں کوشش کی جائے وہی یورپ جو آج اپنے علم و کمال پر نازاں ہے قرون وسطیٰ میں اس کا سخت ترین مخالف تھا مسلمانوں نے اپنی تہذیب کی مشعل لیکر یورپ کو روشن کیا اور اس کو نیم وحشی سے مہذب بنا لیا۔

ڈاکٹر ہارون مصطفےٰ لیبن ایک مضمون میں جو رسالہ اسلامک کلچر میں ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا تھا تحریر کرتے ہیں جس کا ملخص یہ ہے:-

تمام عالم میں علوم و فنون کی روشنی مسلمانوں سے پہلی مسلمانوں نے اہلبیت سے جو محمد مصطفےٰ صلعم کے حقیقی وارث تھے علوم کو سیکھا اور اہلبیت نے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم

---

۵ ان دونوں شہادتوں سے بالواسطہ قرآن مجید کی حیثیت روشن ہوجاتی ہے ۱۲

maablib.org

سے جو دنیا میں علوم و فنون کے سب سے بڑے سرپرست تھے حاصل کیا۔

تیسری حکمت کی تائید تغیرات و تحریفات کی وجہ سے کتب سابقہ کی جو نوبت پہونچی اُس کا منظر آپ مسٹر جان ڈیون پورٹ کے گزشتہ قول میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔ قرآن مجید کی شان حفاظت کے متعلق مصنفین انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا لکھتے ہیں۔

دنیا کے بیس کروڑ سے زائد مسلمان قرآن کو کلام ربانی سمجھتے ہیں اور چونکہ عبادت میں قرآن پڑھا جاتا ہے علاوہ بریں مدارس وغیرہ میں بھی قرآن کی تعلیم دیجاتی ہے لہذا یہ تسلیم کرنا لابدی ہے کہ قرآن کی تلاوت بائبل سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور یہ مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ آج دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو قرآن سے زیادہ پڑھی جاتی ہو۔

سر ولیم میور کتاب لائف آف محمد (صلعم) میں لکھتے ہیں:۔

قرآن کے علاوہ دنیا میں غالباً کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کی عبارت بارہ سو برس تک خالص رہی ہو"۔

قرآن اور عربی زبان کا جو بحث ہم نے لکھا ہے اُسکے متعلق مسٹر گٹا کہتے ہیں:۔

"سمجھ میں آتا ہے کہ اگرچہ اُس زمانہ کے شعرا بھی اُسی زبان میں نہایت حسن و خوبی کے ساتھ اشعار کہتے تھے مگر یہ کارنامہ صرف قرآن ہی کا ہے کہ اُسنے قدیم

عربی زبان کو کتابی اور علمی زبان بنادیا چونکہ یہ کتاب عرب کی قومی زندگی کو

بالکل ہی جدید اساس پر قایم کردیتی ہو اور اُسکے ساتھ ہی ساتھ ایک ایسا مرکز

بھی مہیا کرتی ہو جس کی نہایت شدت سے ضرورت تھی اور اس طرح اُن کی ترقی

اور دُنیا پر اُن کے چھا جانے میں اُنکو مدد بہم پہونچاتی ہو۔

چوتھی حکمت کی تائید قرآن مجید کو نہایت حیرت انگیز بلیغ حکیمانہ اور

انسانی جذبات پر قابو رکھنے والا کلام ظاہر کرتے ہوئے اُسکے دائمی اثرات کے

متعلق مسٹر گٹا کہتے ہیں :-

"بارہا ایسا ہوتا ہو کہ ہم اُسکے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ہر مرتبہ

ابتدا ہی اُسکے متعلق تنفر کے جذبات نئے سرے سے ہمارے دل میں موجزن ہوتے

ہیں لیکن فوراً ہی وہ ہمکو جذب کرلیتا ہو اور دماغ کو حیرت میں ڈالدیتا ہے اور

خاتمہ پر ہمارا دل اُسکے سامنے سر خم کرنے پر مجبور ہوتا ہو۔ اُس کا طرز ادا اُسکے مضامین

اور مقصد کے مناسب سخت بلند اور ہیبتناک ہے اور درحقیقت وہ عظیم و بلند ہو بھی

اور اسی وجہ سے یہ کتاب ہمیشہ ہمیشہ نہایت ہی زبردست اثر کی مالک رہیگی۔

وہ کتاب جو بظاہر اس قدر زبردست اور بظاہر متضاد جذبات کا طوفان

دور افتادہ ناظرین کے اندر بھی پیدا کردیتی ہو۔ دور افتادہ بلحاظ وقت اور اس سے

بھی زیادہ دماغی نشو و ارتقا کے لحاظ سے، وہ کتاب جو نہ صرف اُس نفرت ہی کو شکست دیتی ہے جو پڑھنے والے کے دل میں مطالعہ کی ابتدا کرنے سے پہلے تھی بلکہ اُس نفرت کو استعجاب و تحسین سے بدل دیتی ہے ایسی کتاب یقیناً حیرت انگیز ہے جو ایک انسان پیش کرے اور انسانی نسل کی تاریخ کا غور و خوض سے مطالعہ کرنیوالوں کیلئے بجائے خود ایک دلچسپ مسئلہ ہے +

پروفیسر لینیز نے اپنی کتاب میں جو انہوں نے اقوام عالم کے مذاہب و عقائد کے متعلق تصنیف کی ہے اسلام اور قرآنی تعلیمات کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے اسلام کے کامیاب مستقبل کا نقشہ کھینچتے ہیں جس کا ملخص یہ ہے:-

دین اسلام ایک ایسا دین ہے جو روئے دنیا کے تمام انسانوں کے موافق حال ہے اور اُن سب کو ملا کر ایک قوم بنا دیتا ہے مجھکو اُمید ہے کہ کچھ عرصہ بعد نصاریٰ اس دین کی تعلیم حاصل کر کے اُسکے پابند ہو جائینگے اور محمد (صلعم) کے دوست اور متبع بن جائینگے اسلئے کہ صرف اُنہیں کا مذہب ایسا ہے جو صحیح و درست اور روشن مذہب ہے +

(منقول بحوالہ رسالہ المنار مصر)

زيارة الحسين (ع)

المطلقة

وزيارة العباس (ع)

وزيارة حبيب

وزيارة الحر

مطبعة النجاح ـ بغداد

Haji Dawood Nasir
M. Syed Mohd
Dehlavi
العلوم
maablib.org

(مطبوعه مسلم پرنٹنگ پریس فریرروڈ کراچی)